ماہنامہ

مجلہ

حیاتِ نو

بریاگنج

عقل تو ایک شمع ہے جو انسانی زندگی
کے راستوں کو روشن کرتی اور انسان کو
غور و فکر فراہم کرتی ہے، اگر انسان عقل
سے کام نہ لے تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی
شمع گل کر دے اور تاریکی میں چلنے
لگے۔

علامہ ابن الجوزیؒ

طالبات قدیم متوجہ ہوں

عزیز بہنو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آپ بخیر ہوں ۔ یہ خبر آپ لوگوں کیلئے یقیناً باعث مسرت ہوگی کہ انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا چھٹا اجلاس عام ۱۵، ۱۶، ۱۷ مارچ ۱۹۹۶ء بروز جمعہ، سنیچر، اتوار منعقد ہونا طے پایا ہے اس موقع پر انجمن طالبات قدیم کا بھی مختصر پروگرام انشاء اللہ رکھا جائیگا جسکی تفصیل طے ہونے پر آپکو بذریعہ ڈاک اطلاع دیجائیگی ۔

ہم اپنی تمام فلاحی بہنوں سے التماس کرتے ہیں کہ وہ ان تاریخوں میں اپنے آپکو فارغ رکھیں اور اپنی مادر علمی کلیۃ البنات جامعۃ الفلاح مذکورہ بالا تاریخوں میں حاضر ہونے کی کوشش کریں ۔

اس موقع پر انجمن طالبات قدیم کیلئے دستور بھی وضع کیا جانا ہے لہٰذا اس سلسلے میں بھی اپنی تجاویز اور مشوروں سے مستفید فرمائیں اور جن بہنوں نے اب تک اپنے موجودہ پتے سے ہمیں مطلع نہیں کیا ہے براہ کرم وہ اپنے پتے پہلی فرصت میں ہمیں ارسال کریں تاکہ بوقت ضرورت ان سے ربط رکھا جا سکے ۔

والسلام

ساجدہ ابواللیث

سکریٹری انجمن طالبات قدیم جامعۃ الفلاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ حیاتِ نو بلریا گنج

جلد ۱۱ | ربیع الاول ۱۴۱۶ھ اگست ۱۹۹۵ء | شمارہ ۸

بدل اشتراک

سالانہ زر تعاون	۵۰/۰۰ روپئے
طلبہ کے لئے	۴۰/۰۰ روپئے
خصوصی زر تعاون	۱۰۰/۰۰ روپئے
اعزازی زر تعاون	۱۰۰۰/۰۰ روپئے
غیر ممالک سے زر تعاون	۲۵ امریکی ڈالر
قیمت فی شمارہ	۵/۰۰ روپئے

مدیر مسئول
نور محمد فلاحی

مدیر
محمد اسمٰعیل فلاحی

معاون مدیر
عبدالباری فلاحی

○ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہٰذا جلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں ۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ مجلہ "حیاتِ نو" جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڈھ
فون نمبر ۵۱۸۱۱۵ — پن کوڈ ۲۷۶۱۲۱

نقوش حیات نو

اداریہ

فارغین جامعہ ایک نظر میں — محمد اسمٰعیل فلاحی ۳

بحث و نظر

کیا جہیز دینا سنت ہے؟ — سید جعفر شاہ ۲۰

وفیات

حافظ ناصر الاکرم مرحوم — محمد اسمٰعیل فلاحی ۲۳

لکھ رہا ہوں جنوں میں.....

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ — ابو اللسان لغوی ۲۱

فقہ و فتاویٰ

قربانی کا شرعی حکم — علامہ یوسف القرضاوی ۲۹

کیا قربانی کے بجائے روپیے کا صدقہ جائز ہے

شعر و نغمہ

غزلیں — عبدالرؤف صابر، شفیع اللہ راز ۱۹، ٹائٹل

تعارف و تبصرہ

نظامت اور خطابت سیکھئے — عبدالباری فلاحی ۴۱

جامعہ کے لیل و نہار

نئے صدر، ششماہی تعطیل — محمد اسمٰعیل فلاحی ۴۵

اداریہ

محمد اسمٰعیل فلاحی

فارغین جامعہ ایک نظر میں

پانچواں اجلاس عام منعقدہ ۲۸ تا ۳۰ اکتوبر ۹۲ء کے موقع پر یہ مقالہ پیش کیا گیا تھا۔ چھٹا اجلاس عام مارچ ۹۴ء میں متوقع ہے۔ اس موقع پر فلاحی برادران کی کاوشیں بجا کرنا پیش نظر ہے۔ اس مقالہ کی تیاری میں زیادہ تر ذاتی معلومات کو دخل ہے۔ اسکا بہت سے گوشے نہیں آنے ہونگے۔ جہاں اس بات کا امکان ہے کہ بہت سے فلاحی برادران کی قابل ذکر خدمات جگہ نہ پاسکی ہوں، وہیں اس امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ بعض معلومات غلط درج ہوگئی ہوں معمولی حذف و اضافہ کیساتھ اسکی اشاعت سے مقصود یہی ہے کہ اگلے اجلاس عام کے پہلے پہلے مقالہ نگار کو قابل ذکر اور قابل اصلاح امور کی نشاندہی کیجائے۔ اسی طرح ناموں کی تقدیم و تاخیر کو انکی حیثیتوں کی ترتیب پر محمول نہ کیا جائے۔ محض ایک بیان کی حیثیت رکھتا ہے۔

قصبہ بریا گنج میں پہلے سے قائم ایک چھوٹا سے مکتب ۱۹۵۹ء میں جامعہ اسلامیہ سے موسوم ہوا جو آگے چل کر ۱۹۶۲ء میں جامعۃ الفلاح میں تبدیل ہوگیا مشیت الٰہی سے اسے باشعور و بامقصد، تربیت یافتہ اور باصلاحیت اساتذہ کی بہترین ٹیم میسر آئی جس ٹیم کو ہونہار، سعادت مند اور ذہین طلبہ کا گوہر گراں مایہ ہاتھ آیا۔ ۱۹۶۷ء میں تین طلبہ پر مشتمل پہلا گروپ فارغ ہوا۔ ایک عرصہ تک سند فضیلت حاصل کرنے والوں کی تعداد کم رہی۔ پھر آہستہ آہستہ اپنے مخصوص نظام تعلیم اور طرز تدریس کی بنا پر اسمیں اضافہ ہوتا رہا۔ اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ مخلص اور درد مند اساتذہ کے نالہ نیم شبی اور آہ سحرگاہی پر رب کائنات کو ترس آیا۔ موسسین جامعہ کا خلوص مقبول بارگاہ الٰہی ہوا اور ایک صاحب نظر مفکر کی پیشین گوئی کہ "جامعۃ الفلاح کے موذن نے حی علی الفلاح" کی آواز اس روز سے

لگائی ہے کہ نمازیوں کی کثرت سے شاید جامعہ کو تنگ دامنی کی شکایت کرنی پڑے" (مولانا مودودیؒ بروایت خلیل حامدی، حیات نو اکتوبر، نومبر ۱۹۷۹ء) صحیح ثابت ہوئی اور یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق کا روح پرور اور جاں بخش منظر نظر آنے لگا لیکن دوسری جانب وسائل کی کمی کے باعث، داخلہ کی تحدید کی وجہ سے ہم ہزاروں تشنگانِ علم کو بصد حسرت و یاس واپس ہوتے دیکھتے رہے۔

اب تک جامعہ سے پچیس گروپ فارغ ہو چکے ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد چھ سو ہے فضیلت کرنے والے تین سو پچیس اور عالمیت کرنے والے دو سو پچھتر ہیں۔ ان میں سے چھ کا انتقال ہو گیا۔ خدا انکی تربت کو نور سے بھر دے۔ بقیہ فارغین کی بڑی تعداد پچھلے چند سالوں کے دوران میں فارغ ہوئی ہے جنکی تعلیم کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔

فارغینِ جامعہ کا مطالعہ کرنے سے قبل بہتر ہو گا اگر ذہن میں دو باتیں رہیں، پہلی بات یہ کہ اس مطالعہ کی بنیاد احساس فخر اور کبر و تعلّی نہیں، جذبہ شکر اور احسان مندی ہے۔ اشتہار نہیں جائزہ ہے کہ ہم کس مقام پر کھڑے اور اس بار امانت کے کس حد تک امین ہیں جس کے لئے اللہ نے ہمارے ضعیف و ناتواں کندھوں کا انتخاب کیا ہے۔ دوسری جانب ملت بھی یہ دیکھ سکے کہ اسکے ارمانوں کا کیا حشر ہوا جن کے تحت یہ جامعہ قائم ہوئی اور اسکی امیدیں اور توقعات کس حد تک پوری ہو رہی ہیں جو اس سے وابستہ تھیں۔

دوسری بات یہ کہ کسی ادارہ کے متعلقین کا جائزہ اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ادارے کے اغراض و مقاصد نظروں کے سامنے نہ ہوں۔ انہیں مقاصد کی روشنی میں اس ادارہ سے وابستہ افراد کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ کہاں تک وہ اپنے ہدف کو پانے میں کامیاب یا ناکام ہیں۔ جامعۃ الفلاح کے اغراض

و مقاصد ہیں اسکے دستور میں یوں ملتے ہیں۔

الف " ایسے افراد تیار کرنا۔ الف جو قرآن و سنت کا گہرا علم اور صحیح دینی بصیرت رکھتے ہوں

ب۔ جنکی نظر وقت کے اہم مسائل پر بھی ہو اور جو غیر اسلامی نظریات سے بخوبی واقف ہوں

ج۔ جو اسلامی اخلاق و کردار کے حامل ہوں۔

د۔ جن میں احیائے دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا صحیح جذبہ ہو۔

ہ۔ جو گروہی، جماعتی اور فقہی اختلافات سے بالاتر ہو کر وسعت قلب و نظر کے ساتھ معاشرے کی اصلاح و تعمیر کا فریضہ انجام دے سکیں۔

۲۔ ایسا نصابِ تعلیم زیر عمل لانا جسمیں دینی اور دنیوی تعلیم کا بہترین امتزاج ہو۔"

قرآن و سنت کا گہرا علم اور صحیح دینی بصیرت، وقت کے اہم مسائل اور غیر اسلامی نظریات سے واقفیت اور بلندیٔ اخلاق و کردار کی کوئی متعین حد یا منزل نہیں۔ یہ ایک فضائے لامتناہی کا سفر ہے۔ ہم یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتے اور نہ کوئی یہ کر سکتا ہے کہ ہم نے اس راہ کی ساری منزلیں طے کر لی ہیں۔ آپ کتنے بھی بلند ہو جائیں اور جتنے بھی مدارج عبور کر لیں "ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں" کی کیفیت آپ کے ذوقِ بلند پروازی کو دعوت پرواز دیتی اور آتشِ شوق کو دو آتشہ کرتی رہے گی، جہاں تک گروہی، جماعتی اور فقہی اختلافات سے بالاتر ہو کر، وسعت قلب و نظر کے ساتھ، معاشرہ کی اصلاح و تعمیر، احیائے دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کے مقصد حیات ہونے کا سوال ہے، ہم بڑے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ یہی ہمارا مقصد حیات ہے۔ یہ خود پسندی یا نری خوش فہمی نہیں ہے، بشری کمزوریوں کی بات اور ہے اور یہ ہر ایک کے ساتھ لگی رہتی ہیں، خطا اور نسیان کا امکان ہمیشہ موجود رہتا ہے لیکن جب اس پہلو سے ہم اپنا جائزہ لیتے ہیں تو ہماری جبینِ نیاز جھک پڑتی ہے۔ اور ہم خدا کا شکر بجا لاتے ہیں کہ بحیثیت

مجموعی معاملہ حوصلہ بخش ہے ۔

اس نصب العین کی روشنی میں درج ذیل شعبوں کے تحت ہم فلاحیوں کا جائزہ لے سکتے ہیں ۔

۱ ۔ تعلیمی معیار ۲ ۔ دعوت و تحریک

۳ ۔ درس و تدریس ۴ ۔ ترجمہ و تصنیف اور صحافت

۵ ۔ سیاست و سماج

۱ ۔ آیئے سب سے پہلے تعلیمی معیار کا جائزہ لیں ۔

الف ۔ مولانا منور حسین صاحب فلاحی نے ایم اے اردو میں علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے مولانا محمد اسحٰق صدیقی صاحب فلاحی نے بی اے اور ایم اے تاریخ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے، مولانا عبید اللہ فہد صاحب فلاحی نے ایم اے سیاسیات میں علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے، مولانا اوصاف احمد صاحب فلاحی نے ایم اے عربی میں علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے، مولانا سمیع اختر صاحب فلاحی نے ایم اے عربی میں علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے، مولانا خالد حامدی صاحب فلاحی اور حافظ معین الدین صاحب فلاحی نے جامعہ ملیہ دہلی سے اور مولانا فرحان احمد صاحب فلاحی نے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے گولڈ میڈل حاصل کیے ۔

ب ۔ یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کی جانب سے مولانا منور حسین صاحب فلاحی، مولانا سمیع اختر صاحب فلاحی، مولانا توقیر عالم صاحب فلاحی، اور مولانا ابو نافع صاحب فلاحی فیلو اسکالرشپ کے مستحق قرار پائے اور مولانا محمد طارق بھوپالی صاحب فلاحی اور مولانا محی الدین ساجد صاحب فلاحی نے یو۔ جی۔ سی کی طرف سے منعقد ہونے والے لکچررشپ ٹسٹ میں کامیابی حاصل کی ۔

ج ۔ مولانا خالد حامدی صاحب فلاحی، مولانا منور حسین صاحب فلاحی، مولانا عبید اللہ فہد صاحب فلاحی، مولانا فیضان احمد صاحب فلاحی، مولانا اشتیاق دانش صاحب

فلاحی، مولانا طارق جمیل صاحب فلاحی، مولانا محمد احمد صاحب فلاحی (سیوان)، مولانا توقیر عالم صاحب فلاحی، مولانا ابوالنصر صاحب فلاحی، مولانا اطہر کمال صاحب فلاحی، مولانا اطہر حسین صاحب فلاحی اور مولانا نثار احمد صاحب فلاحی نے مختلف موضوعات پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور مولانا حافظ شوکت صاحب فلاحی، مولانا طارق احسن صاحب فلاحی (دلہیا گنج) اور مولانا غفران احمد صاحب فلاحی نے یونانی میڈیسین سے ایم ۔ ڈی کیا ہے ۔

د ۔ قاری عرفان احمد شمسی صاحب فلاحی کو جامعہ ازہر قاہرہ میں بین الاقوامی تجوید کے مقابلہ میں اول انعام حاصل کرنے پر عالم اسلام کے متعدد ممالک کے سفر کی سہولت فراہم کی گئی ۔ رابطہ عالم اسلامی اور افسو (الاتحاد الاسلامی العالمی للمنظمات الطلابیۃ) کی نمائندگی کرتے ہوئے مولانا عبید اللہ فہد صاحب فلاحی نے چین کے مسلمانوں کی سماجی، تہذیبی، معاشی اور دینی صورتحال کا جائزہ لیا ۔ مولانا اشتیاق دانش صاحب فلاحی برطانوی شہر لیسٹر (LEICESTER) میں واقع اسلامک فاؤنڈیشن میں اسلام اور عیسائیت کے درمیان باہمی تعلقات کے پروجکٹ پر ریسرچ فیلو رہے ہیں ۔ مولانا رضوان صاحب فلاحی برمنگھم یونیورسٹی سے اس وقت ایم فل کر رہے ہیں ۔

۲ ۔ دعوت تحریک : شاید آپ میری اس بات کی تائید کریں کہ محدودے چند کے علاوہ کوئی فلاحی ایسا نہیں جو اس شعبہ سے تعلق نہ رکھتا ہو یا جس کا وظیفہ حیات اس کے علاوہ کچھ ہو ۔ جوش عمل میں اتار چڑھاؤ اور خطاو نسیان ایک دوسری چیز ہے، انسان کی زندگی میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں، کبھی دیوانگی کی کیفیت ہوتی ہے کبھی جوش عمل ماند پڑ جاتا ہے مجھے یہ کہنے دیجئے کہ فلاحی برادران عام طور سے دعوت کے اس عظیم کام میں مشغول ہیں چاہے وہ زندگی کے کسی شعبہ سے تعلق رکھتے ہوں تجارت ہو یا زراعت، صنعت و حرفت ہو یا ملازمت، تعلیم و تدریس ہو یا ترجمہ اور تصنیف و تالیف، کوئی سا بھی شعبہ ہو

اور وہ کہیں ہوں، سفر میں، حضر میں، کارخانہ میں یا آفس میں، ملک کے اندر یا باہر ہر جگہ انہیں اپنی یہ حیثیت یاد رہتی ہے اور وہ اپنی جگہ بیٹھے خاموشی سے اس کام میں لگے رہتے ہیں۔

کچھ لوگ جو اس شعبہ میں نمایاں ہیں وہ اس طرح ہیں۔ مولانا نسیم غازی صاحب فلاحی شعبہ دعوت کے انچارج سکریٹری جماعت اسلامی ہند جناب مولانا محمد شفیع مونس صاحب کے معاون خاص رہے ہیں اور اس وقت اسلامک ساہتیہ پرکاشن کے چیرمین ہیں۔ مولانا ظہیر عالم صاحب فلاحی، مولانا مقبول احمد صاحب فلاحی اور مولانا طارق فارقلیط صاحب فلاحی بالترتیب ناظمانِ علاقہ جماعت اسلامی ہند الٰہ آباد، گورکھپور اور جھانسی ہیں۔ نیز رکن ریاستی شوریٰ اور مجلس نمائندگان جماعت اسلامی ہند ہیں۔ مولانا شبیر صاحب فلاحی (مدھیاپار) اور عبدالحق صاحب فلاحی (بستی) بالترتیب سابق امیر جماعت اسلامی ہند مولانا محمد یوسف برّد اللہ مضجعہ اور مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی قدس اللہ سرہ کے پرائیویٹ سکریٹری رہ چکے ہیں۔ موخرالذکر امیر مقامی جماعت اسلامی ہند ابوالفضل انکلیو اور ناظم علاقہ وسطی دہلی بھی رہے ہیں۔ مولانا طارق احسن صاحب گیاوی فلاحی ناظم ضلع گیا رہ چکے ہیں۔ مولانا انور محمد صاحب فلاحی امیر مقامی جماعت اسلامی ہند زمین رسولپور، مولانا جمیل احمد صاحب فلاحی امیر مقامی نصیر پور مولانا مطیع اللہ صاحب فلاحی معاون امیر مقامی جماعت اسلامی ہند جامعۃ الفلاح ہیں۔ مولانا انصار احمد صاحب فلاحی رکن مقامی شوریٰ بلریا گنج اور معاون امیر مقامی رہے ہیں۔ مولانا محمد یعقوب صاحب فلاحی (سیوان) قرآن درشن سوسائٹی کے متعدد اضلاع کے ذمہ دار ہیں۔ اسکے پہلے ناظم ڈویژن ایس آئی او بہار رہ چکے ہیں۔ مولانا صباح الدین ملک فلاحی معاون امیر مقامی جماعت اسلامی ہند احمد آباد رہے ہیں۔

مولانا محمد محفوظ خاں صاحب فلاحی (بھوپال) سابق صدر تنظیم ایس آئی ایم

اور مولانا عبدالعزیز سلفی صاحب فلاحی موجودہ صدر تنظیم ایس آئی ایم ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب فلاحی (دگیا) صدر ایس آئی ایم دہلی، مولانا عبدالقوی صاحب فلاحی (بستی) صدر ایس آئی ایم۔ ایم پی مولانا طیب حسن صاحب فلاحی صدر حلقہ ایس آئی ایم پنجاب و بہار۔ مولانا عبدالعزیز سلفی صاحب فلاحی صدر حلقہ ایس آئی ایم یوپی، مولانا سرفراز احمد صاحب فلاحی صدر حلقہ ایس آئی ایم راجستھان، مولانا منور حسین صاحب فلاحی، مولانا طارق فارقلیط صاحب، مولانا انعام اللہ صاحب فلاحی، مولانا محمد عرفان صاحب فلاحی (بجنور) صدر حلقہ ایس آئی او یوپی، مولانا عاطف سلطان صاحب فلاحی صدر حلقہ ایس آئی او مشرقی یوپی اور مولانا محمد نعیم صاحب فلاحی صدر حلقہ ایس آئی او راجستھان رہے ہیں۔ مولانا ولی اللہ سعیدی صاحب فلاحی موجودہ صدر حلقہ ایس آئی او مشرقی یوپی اور مولانا یٰسین پٹیل صاحب فلاحی صدر حلقہ ایس آئی ایم گجرات ہیں۔ ولی اللہ سعیدی صاحب فلاحی اس سے پہلے بھی ایک میقات میں ایس آئی او یوپی کے صدر رہ چکے ہیں۔

مولانا منور حسین صاحب فلاحی، مولانا انعام اللہ صاحب فلاحی اور مولانا زبیر ملک صاحب فلاحی سکریٹری حلقہ ایس آئی او یوپی اور مولانا محمد اعظم بیگ صاحب فلاحی، مولانا اقبال احمد صاحب فلاحی (بستی) مولانا عبدالعزیز سلفی صاحب فلاحی، مولانا حسن حبیب صاحب فلاحی اور مولانا یٰسین پٹیل سکریٹری حلقہ ایس آئی ایم یوپی رہے ہیں۔ مولانا عبیداللہ فہد صاحب فلاحی اور مولانا عبدالرب کریمی صاحب فلاحی آفس سکریٹری مرکز ایس آئی ایم اور مقدم الذکر شعبہ تحقیق و تجزیہ ایس آئی ایم کے کل ہند ذمہ دار رہے ہیں۔

مولانا منور حسین صاحب فلاحی اور مولانا محمد طارق فارقلیط صاحب فلاحی سابق رکن مشاورتی کونسل ایس آئی او سابق رکن یوپی سابق رکن مرکزی مشاورتی

کونسل ایس آئی او، مولانا محمد یعقوب صاحب فلاحی سابق رکن مشاورتی کونسل ایس آئی
او بہار، مولانا صباح الدین ملک صاحب فلاحی سابق رکن مرکزی مجلس نمائندگان
ایس آئی ایم اور سابق رکن مشاورتی کونسل ایس آئی او یوپی، مولانا محفوظ خان
صاحب فلاحی، مولانا عبید اللہ فہد صاحب فلاحی، مولانا اقبال احمد صاحب فلاحی
سابق رکن مرکزی مشاورتی کونسل ایس آئی ایم، مولانا حامد علی ساغر صاحب فلاحی
اور مولانا محی الدین غازی صاحب فلاحی سابق رکن مشاورتی کونسل ایس آئی او یوپی
ہیں، مولانا عبد البر اثری صاحب فلاحی موجودہ رکن مشاورتی کونسل ایس آئی ایم یوپی
اور رکن مرکزی مشاورتی کونسل ایس آئی ایم۔ مولانا عبد العزیز سلفی صاحب فلاحی
مولانا یسین شکیل صاحب فلاحی، مولانا محمد شاہد صاحب فلاحی موجودہ رکن مرکزی مشاورتی
کونسل ایس آئی ایم ہیں، مولانا ولی اللہ سعیدی صاحب فلاحی موجودہ رکن مشاورتی کونسل ایس
آئی او یوپی، مولانا انیس احمد صاحب فلاحی، مولانا شمشاد عالم صاحب فلاحی، مولانا
ابوبکر صدیق صاحب فلاحی موجودہ رکن مشاورتی کونسل ایس آئی او دہلی اور مولانا
اقبال احمد فاروقی صاحب فلاحی موجودہ رکن مشاورتی کونسل ایس آئی او مدھیہ پردیش
ہیں۔

مولانا غلام رسول صاحب فلاحی صدر آئی وائی ایس نیپال، مولانا محمد الیاس حنیف صاحب
فلاحی جنرل سکریٹری اور صدر زون آئی وائی ایس، مولانا محمد سعید صاحب فلاحی اور
مولانا محمد ادریس بن جمیل صاحب فلاحی جنرل سکریٹری آئی وائی ایس رہے ہیں۔

مولانا مقبول احمد صاحب فلاحی، مولانا جبریل امین صاحب فلاحی، مولانا جاوید اشرف صاحب فلاحی، مولانا
حافظ احسان الحق صاحب فلاحی، مولانا عبید اللہ فہد صاحب فلاحی، مولانا صباح الدین
ملک صاحب فلاحی، مولانا یونس صاحب فلاحی (بھساول)، مولانا عبد العزیز حنیف صاحب
فلاحی، حافظ اسرار احمد صاحب فلاحی، مولانا عبد البر صاحب فلاحی، مولانا کمال الدین
صاحب فلاحی، مولانا رضوان الحق صاحب فلاحی، مولانا یسین شکیل صاحب فلاحی سے

مولانا عبد الرب اثری صاحب فلاحی، مولانا سراج الدین صاحب فلاحی (بستی) صدر
یونٹ ایس آئی ایم جامعۃ الفلاح رہے ہیں۔ مولانا عبد البر صاحب فلاحی ایس
آئی ایم کی تحریک طلبہ عربیہ کے کل ہند ذمہ دار بھی ہیں۔

مولانا محمد یعقوب صاحب فلاحی صدر یونٹ ایس آئی او (سیوان)، مولانا
حامد علی ساغر صاحب فلاحی، مولانا ولی اللہ سعیدی صاحب فلاحی، مولانا امیر الحسن صاحب
فلاحی (بدایوں)، مولانا انیس احمد صاحب فلاحی (دہلی)، مولانا ضیاء الدین ملک صاحب
فلاحی، مولانا تنویر عالم صاحب فلاحی (دہلی)، مولانا ممتاز عالم صاحب فلاحی (مظفرپور)
مولانا اکرام الرحمن صاحب فلاحی (ململ)، صدر یونٹ ایس آئی او جامعۃ الفلاح اور
مولانا حامد علی ساغر صاحب فلاحی، مولانا امیر الحسن صاحب فلاحی (بدایوں)، مولانا
صباح الدین اعظمی صاحب فلاحی، مولانا ضیاء الرحمن صاحب فلاحی، مولانا محی الدین
غازی صاحب فلاحی، مولانا معین الدین صاحب فلاحی صدر یونٹ ایس آئی او
بلریاگنج اور مولانا سید احمد صاحب فلاحی صدر یونٹ ایس آئی او احمد آباد اور
مولانا انیس احمد صاحب فلاحی صدر یونٹ ایس آئی او دہلی رہے ہیں۔

مولانا ظفر احمد اثری صاحب فلاحی، مولانا منظر سید عالم صاحب فلاحی، مولانا
قاری عرفان شمسی صاحب فلاحی، مولانا رضوان احمد صاحب فلاحی بیرونی ممالک میں
دعوت و تبلیغ اور علم و تحقیق میں مصروف ہیں۔ مولانا ظفر احمد اثری صاحب فلاحی
یوکے اسلامک مشن لندن کی مرکزی شوریٰ کے ممبر رہ چکے ہیں۔ علاوہ ازیں لندن
ہی میں قائم اسلامی دعوت سنٹر کے انچارج بھی ہیں جبکہ مولانا رضوان احمد صاحب
فلاحی اسکی شوریٰ کے رکن ہیں۔ مولانا منظر سید عالم صاحب فلاحی ورلڈ اسمبلی آف
مسلم یوتھ ریاض سے اور مولانا رضوان صاحب فلاحی یوکے اسلامک مشن لندن
سے وابستہ ہیں۔

۳۔ تدریس انقلاب کوئی بھی ہو اچھا یا برا، اس کا انتہائی اہم ذریعہ اور کسی بھی

دعوت و تحریک کی کامیابی کا انتہائی اہم جزء تدریس ہے۔ ہر مؤثر اور پائیدار انقلاب کے پیچھے بالواسطہ یا بلاواسطہ اساتذہ کا ہاتھ رہتا ہے۔ وہ محاذ سے دور بہت دور کسی قریہ یا بستی میں بیٹھے انقلاب کی ڈور ہلاتے رہتے ہیں۔ ذہن سازی اور کردار سازی دراصل انہی کا کام ہے۔ کسی بھی ملک اور ملت کا مستقبل اس کے بچے ہوتے ہیں اور بچوں کا مستقبل انکے اساتذہ سے وابستہ ہوتا ہے۔ کوئی بھی مصلح انکے رول کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ کسی انقلاب کو برپا کرنے یا کسی انقلاب کا رخ پھیرنے میں یہی ریڑھ کی ہڈی اور دراصل دماغ ثابت ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے اندر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے آگے بند باندھنے اور ہندوستان میں اسپین و قرطبہ کا سا حشر روکنے میں انکے کردار کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

حسن البنا شہیدؒ سے امتحان میں پوچھا گیا کہ "یہاں سے فراغت کے بعد آئندہ زندگی کیلئے تمہاری بڑی سے بڑی کیا تمنا ہے" انہوں نے جواب میں فرمایا "میری ایک خواہش تو یہ ہے کہ میں اپنے اعزہ و اقربا کیلئے سرتاسر باعث خیر و برکت ثابت ہوں۔۔۔۔ دوسری خواہش یہ ہے کہ معلم اور مصلح بنوں' دن میں بچوں کو تعلیم دوں اور رات میں انکے سرپرستوں کی تربیت کروں۔۔۔"[۱] ایک مرتبہ ان سے دریافت کیا گیا "آپ کتابیں کیوں تصنیف نہیں کرتے"؟ انہوں نے جواب دیا اصنّف الرجالؒ۔ میں تو رجال یعنی مرد میداں اور رجال کار تصنیف کرتا ہوں آج قحط الرجال کا شکوہ زبان زدِ خاص و عام ہے۔ اس قحط کی فکر کو دور رجال کار کی فراہمی اور انکی اصلاح و تربیت سے بڑھکر ملت کی خدمت اور خیر خواہی کیا ہو سکتی ہے۔ یہ حسن البنا کی تصنیف رجال ہی تھی کہ جمال عبدالناصر بربریت کے تازیانے برساتے برساتے تھک گیا، اس کے ظلم و جور کے سارے ہتھکنڈے بیکار گئے اور اخوان کے جوش جنوں میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ ع بڑھتا ہے ذوق جرم یہاں ہر سزا کے بعد

---

[۱] مجاہد کی اذاں ص ۲۶ [۲] حسن البنا شہید کی ڈائری ص

دنیا فاتحوں اور جرنیلوں کو یاد رکھتی ہے۔ مصنفین دماغوں پر چھائے رہتے ہیں اور اس گوشۂ تدریس میں بالعموم گمنامی اور نانِ جویں کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا اسی وجہ سے ہر کس و ناکس اس کوچہ کا رخ نہیں کرتا۔ مرد میداں ہی ادھر آیا کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے ہم نے سوچ سمجھ کر اس وادی غیر ذی زرع میں قدم رکھا ہے۔

یہ بات ہمارے لئے باعث اطمینان اور وجہ سعادت ہے کہ اس شعبہ سے تعلق رکھنے والے فلاحی برادران ایک قابل لحاظ تعداد میں ہیں جن کا استقصا وقت طلب ہے۔ اس شعبہ میں جو لوگ کسی نمایاں مقام پر ہیں انکا ذکر یہاں بیجا نہ ہوگا۔

استاذ مکرم مولانا رحمت الاثری صاحب فلاحی جامعۃ الفلاح کے صدر اور نگران اعلیٰ رہ چکے ہیں۔ بعض دوسرے اداروں کی نگرانی اور اشراف بھی ان کے ذمہ ہے۔ استاذ گرامی مولانا محمد عمران خاں صاحب فلاحی۔ تھوڑی مدت کے انقطاع کے ساتھ ۔۔ ایک لمبے عرصہ سے جامعہ کے نائب صدر ہیں۔ نیز وہ اور مولانا انور محمد صاحب فلاحی اسکے نگران اعلیٰ بھی رہ چکے ہیں۔ مولانا مطیع اللہ صاحب فلاحی جامعہ کے قائم مقام صدر رہے ہیں۔ مولانا ابوالمکارم صاحب فلاحی احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کے نائب صدر ہیں۔ مولانا نسیم غازی صاحب فلاحی الفلاح اسلامک اسکول کے سکریٹری اور مدرسۃ الفلاح کے صدر، مولانا مشتاق احمد صاحب فلاحی مصباح العلوم چوکونیاں، بستی کے صدر، مولانا امیر حسن صاحب فلاحی جامعۃ الحق السلفیہ بانسی کے صدر، اور جامعۃ الصالحات بانسی کے انچارج، مولانا صالح سیف اللہ صاحب فلاحی مدرسۃ البتول کے ذمہ دار اور مولانا اسرار احمد صاحب فلاحی (کوٹہ) جامعۃ الہدیٰ کے شیخ الجامعہ ہیں۔ مولانا محمد یعقوب صاحب فلاحی اپنے علاقہ میں ایک مدرسہ چلا رہے ہیں۔ مولانا مطیع الرحمٰن صاحب فلاحی (مدھوبنی)، مولانا عبدالمومن صاحب فلاحی (بنگال)، مولانا عبدالاحد صاحب فلاحی (مدھوبنی)، مولانا طارق احسن صاحب فلاحی (گیا)، مولانا علی مرتضیٰ صاحب

فلاحی، مولانا جبرئیل امین صاحب فلاحی اور انکے بھائی مولانا انور کمال صدیقی صاحب فلاحی اپنے اپنے تعلیمی اداروں کے یا تو صدر مدرس ہیں یا صدر انتظامیہ اور سکریٹری۔ حافظ معین الدین صاحب فلاحی نے المبین فاؤنڈیشن کے نام سے تعلیمی و رفاہی ٹرسٹ قائم کیا ہے جس کے زیر نگرانی دینی تعلیمی اور رفاہی اداروں کا قیام پیش نظر ہے۔

عصری اداروں میں بھی ہمارے بعض بھائی یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ مولانا خالد حامدی صاحب فلاحی اور مولانا محمد اسحٰق صدیقی صاحب فلاحی جامعہ ملیہ دہلی میں، حکیم عبدالباری صاحب فلاحی اور مولانا اشتیاق دانش صاحب فلاحی جامعہ ہمدرد دہلی میں، مولانا منور حسین صاحب فلاحی، مولانا عبیداللہ فہد صاحب فلاحی، مولانا طارق جمیل صاحب فلاحی، مولانا فیضان احمد صاحب فلاحی مولانا سمیع اختر صاحب فلاحی، مولانا توقیر عالم صاحب فلاحی، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں، حافظ معین صاحب فلاحی عابدہ انعامدار کالج فار گرلس، پونہ میں، مولانا عبدالحئی شاہد صاحب فلاحی ایک انٹر کالج میں، مولانا حبیب احمد جمالی صاحب فلاحی، امریکہ میں، اور مولانا خالد سیف اللہ صاحب فلاحی (رامپور) جامعہ زرتار دریا میں بحیثیت استاذ ہیں۔

۴۔ ترجمہ و تصنیف اور صحافت

آج کے موجودہ دور میں اس شعبہ کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ ایک شخص کسی دور دراز گوشہ میں بیٹھکر اس کے ذریعہ اپنی بات لاکھوں کروڑوں انسانوں تک پہنچا سکتا ہے۔ فارغین جامعہ کا نصب العین احیائے دین اور اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ یہی مقصد انکی تصنیفات، ترجموں اور صحافت میں نظر آتا ہے اور اسی جذبہ کے تحت وہ اس میدان میں اترتے ہیں۔

اپنے مصنفین میں مولانا ابوالمکارم صاحب فلاحی، مولانا حبیب احمد

جمالی صاحب فلاحی، مولانا رحمت الاثری صاحب فلاحی، مولانا خالد سیف اللہ صاحب فلاحی، مولانا نسیم احمد غازی صاحب فلاحی، مولانا خالد حامدی صاحب فلاحی، مولانا محمد اسحٰق صدیقی صاحب فلاحی، مولانا خورشید احمد صاحب فلاحی، مولانا عبیداللہ فہد صاحب فلاحی، مولانا اشتیاق دانش صاحب فلاحی، مولانا طارق جمیل صاحب فلاحی، مولانا فیضان احمد صاحب فلاحی، مولانا عبدالعزیز سلفی صاحب فلاحی، مولانا توقیر عالم صاحب فلاحی، مولانا سمیع اختر صاحب فلاحی، مولانا محمد احمد صاحب فلاحی (سیوان)، مولانا محی الدین ساجد صاحب فلاحی، مولانا اطہر حسن مستقیمی صاحب فلاحی، مولانا اطہر کمال صاحب فلاحی، مولانا مجاہد حسن صاحب فلاحی کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے بعض کی تصنیفات مطبوعہ ہیں اور بعض کی زیر طبع۔

مختلف زبانوں سے کتابوں کے مترجمین میں مولانا ابوالمکارم صاحب فلاحی، مولانا مظہر سید عالم صاحب فلاحی، مولانا نسیم غازی صاحب فلاحی، مولانا عبدالحق صاحب فلاحی (بستی)، مولانا عبدالحئی صاحب فلاحی (گیا)، مولانا عبدالحلیم صاحب فلاحی، مولانا رضوان احمد صاحب فلاحی (لندن) مولانا عبیداللہ فہد صاحب فلاحی، مولانا مزمل حسین صاحب فلاحی، حافظ احسان الحق صاحب فلاحی، مولانا جاوید احسن صاحب فلاحی، مولانا قاسم ذکی صاحب فلاحی، مولانا زین العابدین صاحب فلاحی نمایاں رہے۔

مولانا منور حسین صاحب فلاحی اور مولانا طارق فارقلیط صاحب فلاحی رفیق منزل کے اڈیٹر اور مولانا عبیداللہ فہد صاحب فلاحی، مولانا مزمل حسین صاحب فلاحی، مولانا اشتیاق دانش صاحب فلاحی، مولانا فرحان احمد زبیری صاحب فلاحی، مولانا عبدالعزیز سلفی صاحب فلاحی، مولانا حسن حبیب صاحب فلاحی، مولانا عبدالحمید صاحب فلاحی (بستی)، موومنٹ کی ادارت سے وابستہ رہے ہیں۔ مولانا جاوید اشرف صاحب فلاحی، مولانا راشد حامدی صاحب فلاحی، مولانا نور محمد

صاحب فلاحی، مولانا انصار احمد صاحب فلاحی، مولانا حافظ احسان الحق صاحب فلاحی، مولانا طارق فارقلیط صاحب فلاحی اور مولانا ولی اللہ سعیدی صاحب فلاحی نے مختلف اوقات میں مجلہ حیات نو کی ادارت سنبھالی ہے۔ مولانا محمد اسحٰق صدیقی صاحب فلاحی ماہنامہ "جامعہ" دہلی کے سابق مرتب اور "اسلام اور عصر جدید" دہلی کے معاون مدیر ہیں۔ مولانا ثمر اسحٰق جواد صاحب فلاحی ماہنامہ حجاب کے سابق معاون مدیر ہیں۔ مولانا عبدالبر اثری صاحب فلاحی مجلہ حیات نو کے معاون مدیر اور مولانا عبدالرب اثری صاحب فلاحی موومنٹ کے ایڈیٹر ہیں۔ مولانا حسن حبیب صاحب فلاحی سہ ماہی "پیغام" (نیپال) کے چیف ایڈیٹر اور محمد ادریس بن جمیل صاحب فلاحی اسکے ایڈیٹر ہیں۔ مولانا محمد احمد صاحب فلاحی ملی ٹائمز (دہلی) کے ایڈیٹر ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب فلاحی (رگیا) "دعوت" اور "قومی آواز" کی نائب ادارت کے بعد، فی الحال امریکن ایمبیسی کے انفارمیشن سنٹر میں چیف نیوز ایڈیٹر ہیں۔ مولانا ابوالکلام صاحب فلاحی، مولانا شبیر احمد صاحب فلاحی، مولانا طارق اکرام اللہ صاحب فلاحی، مولانا رضوان احمد صاحب فلاحی (لندن) اور مولانا افکار احمد صاحب فلاحی عربی رسالہ الدعوۃ میں بحیثیت سب ایڈیٹر کام کرتے رہے ہیں۔ مولانا قاسم ذکی صاحب فلاحی سندی میں ایک اخبار نکال رہے ہیں۔ مولانا عبدالحق صاحب فلاحی اور مولانا نسیم غازی صاحب فلاحی ہندی کے مضمون نگاروں میں ہیں۔ حکیم عبدالباری صاحب فلاحی، مولانا صباح الدین ملک صاحب فلاحی، مولانا ضیاء الدین ملک صاحب فلاحی، مولانا احسان اللہ فہد صاحب فلاحی، مولانا عبدالحی شاہد صاحب فلاحی، مولانا طارق احسن صاحب فلاحی (رگیا)، مولانا محمد احمد صاحب فلاحی اچھے مضمون نگاروں میں ہیں اور صحافتی تجربہ اور ستھرا ادبی ذوق رکھتے ہیں۔

۵۔ سیاست وسماج

اسلام کی نگاہ میں دین و دنیا ایک دوسرے

سے بے تعلق نہیں ہیں۔ وہ دین کو سیاست سے جدا نہیں سمجھتا ہے۔

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

ہمارے فارغین اسلامی اصولوں کے مطابق اس سیاست میں بھی کسی حد تک دخیل ہیں۔ وہ جس معاشرہ میں رہتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ اسکے بھلے برے سے بے تعلق ہوں بلکہ ان کا ذہن خیر و صلاح کے پلڑے میں پڑتا ہے۔

مولانا محمد اسحٰق صدیقی صاحب فلاحی اور حافظ معین الدین صاحب فلاحی اپنی اپنی فیکلٹیز سبجکٹ ایسوسی ایشن کے سکریٹری رہے ہیں، پھر دونوں اسٹوڈنٹس جامعہ ملیہ دہلی کے کونسل ممبر ہوئے جبکہ موخر الذکر نائب صدر اور کارگزار صدر بھی رہے ہیں۔ حافظ محمد اعظم بیگ صاحب فلاحی اے ایم یو اسٹوڈنٹس یونین کے صدر رہے ہیں۔ انکی مقبولیت کا عالم یہ تھا کہ یونین کی تاریخ میں سب سے زیادہ انہیں ووٹ ملے ہیں ووٹ حاصل کرنے کا انہوں نے نیا ریکارڈ قائم کیا ہے۔

ہمارے فارغین اپنے اپنے لحاظ سے سماجی خدمات میں حصہ لیتے رہے ہیں اسکے ساتھ معتد بہ تعداد نے فن طب کو اختیار کر رکھا ہے۔ فلاحی ڈاکٹروں میں ڈاکٹر عبدالقوی، ڈاکٹر عبدالرحمٰن خالد، ڈاکٹر نسیم احمد، ڈاکٹر اسرار احمد، ڈاکٹر احسان احمد مرحوم ڈاکٹر طارق احسن (بلریا گنج)، ڈاکٹر مظفر الاسلام (علاؤالدین پٹی)، ڈاکٹر غفران احمد اعظمی ڈاکٹر محمد شعیب کانپور، ڈاکٹر شمیم الرحمٰن گونڈہ، ڈاکٹر حافظ محمد شوکت کانپور ڈاکٹر حافظ صباح الدین رسولپور، ڈاکٹر حافظ ظفر احمد میرٹھی، کا نام لیا جاسکتا ہے۔

ضمناً ان طلبہ قدیم کی طرف بھی اشارہ مناسب معلوم ہوتا ہے جنہوں نے یہاں تعلیم مکمل تو نہیں کی لیکن انہوں نے یہاں چند سال گزارے ہیں اور انکے مستقبل کی بنیادیں یہیں چنی گئی ہیں۔ جامعہ چھوڑنے کے بعد وہ دوسرے میدانوں میں گئے، بنیادوں کی مضبوطی نے انہیں اونچا اٹھایا لیکن ان کا مقصد زندگی انکا ہو سے کبھی اوجھل نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جامعہ سے ان کا جذباتی لگاؤ آج بھی باقی

ہیں۔ ایسے طلبہ قدیم کی فہرست بہت لمبی ہے بطور مثال جاوید احمد خاں بلریا گنج ہیں ابتدائی سے عربی دوم تک انہوں نے جامعہ سے کسب فیض کیا ہے۔ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے انہوں نے انٹرسٹ فری بینکنگ میں پی ایچ ڈی کی اور اس وقت وہیں لکچرر ہیں اور اسی طرح ایک سابق طالب علم زبیر احمد ہیں، انہوں نے بھی یہاں کئی سال گذارے ہیں۔ اس وقت ان کا شمار ٹائمس آف انڈیا کے اچھے لکھنے والوں میں ہوتا ہے۔

یہ فارغین جامعہ کا ایک اجمالی خاکہ تھا۔ جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا جامعۃ الفلاح کوئی قدیم ادارہ نہیں ہے، بیشتر فلاحی ابھی تعلیم کے مرحلہ میں ہیں۔ اس سے الگ ہٹ کر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کی شخصیت کی تشکیل حالات اور مواقع کرتے ہیں میں ذاتی طور پر ایسے بہت سے نہایت باصلاحیت فارغین سے واقف ہوں جن کی صلاحتیں مواقع نہ ملنے کی وجہ سے ضائع گئیں۔

یہ خاکہ بیشتر اپنی ذاتی معلومات کی بنیاد پر پیش کیا گیا ہے۔ وہ فارم معلومات جو فارغین کی صلاحتیوں اور خدمات سے متعلق تھا، فارغین کی غایت درجہ احتیاط کی وجہ سے بالعموم پر نہیں کیا جا سکا۔

اس مختصر اور اجمالی خاکہ کی روشنی میں قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ فارغین جامعہ کس رخ پر جا رہے ہیں اور جامعہ کے سلسلہ میں جو خواب دیکھا گیا تھا وہ کس حد تک شرمندۂ تعبیر ہوا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہم دودھ کے دھلے ہیں۔ یقیناً ہمارے اندر علم وعمل کی خامیاں ہیں، قدم پھسلتے ہیں ٹھوکریں لگتی ہیں اور حالات سے متاثر بھی ہو جاتے ہیں لیکن ہم اپنی موجودہ حالت پر قانع نہیں ہیں۔ ہمارے سامنے ابھی علم وعمل کے بہت سے آسمان ہیں اور ہم اپنی قوت پرواز آزما رہے ہیں۔

جامعہ کے ایک سابق استاذ مفتی عبدالرؤف صاحب قاسمی نے سابق امیر جماعت اسلامی ہند مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ سے ۲۰ر دسمبر ۱۹۸۹ء کو اساتذہ جامعہ کی ایک نشست میں پوچھا تھا کہ "مولانا! کیا بات ہے سات آٹھ سال

طلبہ ہمارے درمیان رہتے ہیں لیکن یہاں سے دوسرے اداروں میں جاکر وہاں کا اثر بہت جلد قبول کر لیتے ہیں اور اپنی خو، بو بھول جاتے ہیں" "مرحوم امیر جماعت نے بڑے اطمینان اور شرح صدر کے ساتھ جواب دیا تھا" ..... بحیثیت مجموعی آپ کی بات صحیح نہیں ہے، جہاں تک جامعۃ الفلاح کا تعلق ہے تو میرا اپنا تاثر یہ ہے کہ جامعہ کے طلبہ دیگر درسگاہوں کے مقابلہ میں اس درجہ متاثر نہیں ہوتے ہیں جتنا دیگر درسگاہوں کے طلبہ متاثر ہوتے ہیں آپ کا کام یہ ہے کہ جو طلبہ فارغ ہو رہے ہیں ان سے بے تعلق نہ ہوں، ان سے ربط رکھیں"

ان فارغین میں راقم الحروف بھی ہے۔ اس کا بھی نام متعدد شعبوں میں آسکتا تھا لیکن کہاں علم وعمل اور تقویٰ وطہارت کی یہ بلندی اور کہاں یہ مور ناتواں!

غزل

عبدالرؤف صابر رحیمی

ہوگا توحید کا جب نشہ دیکھنا — پھر مسلمان کا تم عصا دیکھنا
راستہ پرخطر ہے تو کچھ غم نہیں — "چل پڑے ہیں تو کیا راستہ دیکھنا"
آپ ہنسنے سے پہلے کسی شخص پر — اپنی سیرت کا بھی آئینہ دیکھنا
آپ شیدا ہیں جس پر دل وجان سے — ہوگا دشمن وہی آپ کا دیکھنا
وقت کے ساتھ بدلیں گے حالات جب — دوسروں کو بھی تم بے وفا دیکھنا
جذبۂ خیرخواہی تو پیدا کرو — ہوگی تم پر خدا کی عطا دیکھنا
تازیانہ ہیں عبرت کا یہ زلزلے — ہیں ہمارے عمل کی سزا دیکھنا

جس میں صابر شعور حیا ہی نہیں
اس کی نسلوں کو تم بے حیا دیکھنا

کیا جہیز دینا سُنّت ہے؟

سید جعفر شاہ پھلواروی

عورتوں کے اسلامی حقوق

اسلام نے عورتوں کو جتنے حقوق دیئے ہیں ان سے زیادہ حقوق آج تک کسی مذہب، کسی قوم اور کسی مملکت نے اس ترقی یافتہ دور میں بھی نہیں دیئے ہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ عملی زندگی میں مسلمان قوم نے ان حقوق کا بڑا حصہ سلب کر دیا ہے اور دوسری طرف جن قوموں کے مذاہب نے عورتوں کو برائے نام حقوق دیئے تھے ان قوموں نے عورتوں کو عملاً بہت کچھ حقوق دیئے ہیں یا دے رہے ہیں۔ تارکِ مذہب تو مسلمان بھی ہیں اور غیر مسلم بھی، لیکن اسی ترکِ مذہب سے مسلمان نیچے آگرے اور غیر مسلم آسمانِ عروج پر پہونچ گئے ؎

ایک گلشن کے دو ہیں اثر اور دونوں حسبِ مراتب ہیں
لو جو لگائے شمع کھڑی ہے رقص میں ہے پروانہ بھی

ترکِ مذہب کے نتیجے میں رسومِ کفر کی پیروی ہو رہی ہے اور ادھر ترکِ کفر کے ساتھ ساتھ اسلامی اصول کو اپنایا جا رہا ہے۔ ع

میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

جہیز اور مسلمان

اسکی مثال میں ہندو دھرم اور اسلامی دین کی صرف ایک بات کو پیش کرنا کافی ہے۔ ہندو دھرم میں دختر کے لئے وراثت میں کوئی حصہ نہیں، اس لئے وہ اسکی تلافی یوں کرتے رہے کہ جب بیٹی کی شادی کرتے تو جتنا کچھ ہوتا دے سکتے جہیز کے نام سے دے دیتے۔ مسلمان بھی یہی کچھ انکی دیکھا دیکھی کرنے لگے بہت

سے خاندانوں میں بیٹی کو ترکہ نہیں ملتا۔ سارے مسلمان ایسا نہیں کرتے، لیکن دوسرے حصے پر سب عمل کرتے ہیں یعنی بیاہتے ہوئے اسے جہیز دینا اتنا ضروری سمجھتے ہیں کہ گویا اس کے بغیر شادی ہی مکمل نہیں ہوتی۔

تبدیلِ رسم

ذرا یہ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ ہندو اپنے دھرمی اصولوں کو ترک کر رہے ہیں اور اس ترک کے خلا کو اسلامی اصولوں سے پر کر رہے ہیں۔ یعنی اب دختر کو ترکہ دلوا رہے ہیں اور جہیز کیلئے قانوناً ایک حد مقرر کر دی گئی ہے۔ اور اس کے بالمقابل مسلمانوں نے یہ کیا کہ ہندو اصول پر جمے ہوئے ہیں۔ جہاں قانون مجبور کر دے وہاں ترکہ تو دے دیتے ہیں لیکن جہیز کو ایسی لازمی شرطِ ازدواج قرار دے رکھا ہے کہ اس کی فکر میں مرتے رہتے ہیں اور اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اہلِ جاہلیت کی طرح بیٹی کی ولادت کو اپنے لئے ایک بڑی مصیبت تصور کرتے ہیں۔

رسمِ جہیز کس طرح آگئی

یہاں تک تو خیر کچھ غنیمت تھا، اس لئے کہ مسلمانوں کو جب بھی یہ احساس ہوگا کہ جہیز محض ہندوؤں کی ایک رسم ہے تو وہ اسے ترک کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے لیکن غضب تو یہ ہے کہ انہوں نے اسے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی قرار دے دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سنت کے بغیر دین مکمل نہ ہو تو ازدواج بھی بغیر سنتِ جہیز کے مکمل نہیں ہو سکتا۔ پھر سب سے زیادہ دلچسپ استدلال جہیز کے سنت ہونے پر یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو جہیز دیا تھا جس میں بان کی چارپائی، چکی، مٹی کے گھڑے، فیل دنداں کے کنگن، چاندی کا ہار، مشکیزے اور اذخر سے بھرا ہوا گدا تھا۔ گویا مقدمات کی ترتیب یوں ہوئی کہ حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کو فلاں فلاں چیزیں جہیز میں دیں، لہٰذا جہیز دینا سنت ٹھہرا۔ اور سنت کے بغیر دین مکمل نہیں ہو سکتا، لہٰذا جہیز کے بغیر ازدواج مکمل"

نہیں ہوگا ۔ آپ نے ملاحظہ فرمالیا ؟ کہ ایک غیر اسلامی اور خالص ہندوانہ رسم کس طرح رواج پا گئی ۔

مہر کی بجائے جہیز

اب ہماری معروضات کو بھی بغور سن لیجئے ۔ آپ کے سامنے خدا کی کتاب کھلی ہے، احادیث کے دفتر موجود ہیں، ہر مشرب کی کتب فقہ رکھی ہوئی ہیں ۔ آپکو ہر ایک جگہ زرِ مہر کی تصریح ملے گی ۔ قرآن نے اسے فریضہ، صدقہ اور اجر کہا ہے ۔ احادیث میں اسے صداق اور مہر بھی کہا گیا ہے ۔ فقہ میں اسکے مستقل ابواب موجود ہیں اور ہر جگہ اسے ایک واجب الادا فرض بتایا گیا ہے ۔ حتیٰ کہ مسند احمد کی روایت ہے کہ :

"من تزوج امرأۃ بصداق وتوی ان لا یودیہ فہو زان"

"جو شخص ایک عورت سے کسی مہر پر نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ اسے ادا نہیں کرے گا تو اس کا شمار زانیوں میں ہے"۔

اور قرآن میں تو بار بار اسکی تاکید آئی ہے کہ عورتوں کو ان کا مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو ۔ سب کا ذکر یہاں مقصود نہیں ۔ عرض یہ کرنا ہے کہ مہر کے سارے احکام قرآن میں، حدیثوں میں اور فقہ میں وضاحت کے ساتھ موجود ہیں، لیکن جو چیز آپ کو کہیں بھی نہیں ملے گی وہ ہے جہیز کا ذکر . . . . قرآن اس کے ذکر سے قطعاً خالی ہے ۔ احادیث میں اس کا کہیں ذکر نہیں ۔ حتیٰ کہ فقہ میں کہیں کوئی باب الجہیز موجود نہیں ۔ اب خود ہی اس سوال کو حل کیجئے کہ یہ جہیز سنت کیسے بن گیا ؟

پھر اس پر بھی غور فرمائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بھی تین صاحبزادیاں تھیں، زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا ۔ لیکن کیا آپ نے کبھی یہ بھی سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا کو یہ چیزیں جہیز میں دیں یا رقیہ یا کلثوم کو جہیز دیا جس میں فلاں فلاں چیزیں تھیں ۔ اسے بھی جانے دیجئے ۔ حضور صلعم

کے شرفِ زوجیت میں کتنی امہاتِ مومنین رضی اللہ عنہن آئیں لیکن آپ نے کہیں یہ بھی پڑھا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جہیز میں یہ چیزیں تھیں ؟ یا حفصہ رضی اللہ عنہا و سودہ رضی اللہ عنہا، یا دوسری ازواج النبی رضی اللہ عنہن فلاں فلاں چیزیں اپنے ساتھ لائی تھیں ؟ چلئے جانے دیجئے ۔ دوسرے بے شمار صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی شادیاں فرمائیں لیکن کتنوں کے متعلق آپ نے کبھی یہ ذکر پڑھا ہے کہ ان کی ازواج سنتِ رسول کے مطابق اپنے ساتھ جہیز لائی تھیں ؟ پھر ذرا عقل پر زور دے کر سوچئے کہ آخر یہ سنتِ رسول کی کونسی قسم ہے جو ازدواج فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا کہیں بھی نظر نہیں آتی ؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ حقیقت کچھ اور ہو اور ہم نے فرض کر لیا ہو کچھ اور ؟ ہاں یقیناً یہی بات ہے، آئیے ذرا اس پر غور کریں ۔

حقیقتِ حال

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چیزیں (جن کا اوپر ذکر ہوا) جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیں لیکن کیا یہ وہی چیز تھی جسے ہم عرفِ عام میں "جہیز" کہتے ہیں ؟ یقیناً نہیں ۔ جہیز کی اصطلاح سے اسے دور کا بھی واسطہ نہیں ۔ پھر یہ کیا تھا اسی مسئلے پر اس وقت غور کرنا ہے ۔ ذرا توجہ سے کام لیکر حقیقتِ حال پر غور فرمائیے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں کے کفیل و سرپرست تھے، اسی لئے دونوں کے ازدواج کا اہتمام بھی حضور ہی کو کرنا تھا ۔ جناب علی رضی اللہ عنہ کا کوئی گھر نہ تھا، آپ کو ایک الگ گھر بسانا تھا اسی لئے اس کا انتظام بھی حضور ہی فرما رہے تھے ۔ گھرداری کے انتظام کے لئے جو کچھ مختصر سا اہتمام حضور نے مناسب سمجھا کر دیا ۔ سونے کو چارپائی اور اوڑھنے بچھونے کو لحاف، بھری تو شک اور تکیہ، مشکیزے، گھڑے، چکی ۔ رہا چاندی کا ہار تو وہ یوں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کا تھا جو آپ کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ترکے میں ملا تھا ۔ یہ سارا انتظام حضور کو اس لئے کرنا پڑا کہ آپ کو ایک الگ گھر بسانا

تھا۔ اگر حضرت علیؓ کا پہلے سے کوئی الگ گھر ہوتا تو حضورؐ اتنا کچھ بھی نہ کرتے۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا گھر پہلے سے موجود تھا اس لئے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بیاہنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی انتظام نہ کیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا الگ گھر بھی پہلے سے موجود تھا اس لئے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم کو بیاہنے میں حضورؐ کو ایسے کسی اہتمام کی ضرورت نہ پڑی۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں جو امہات مومنینؓ آئیں ان کے والدین کو بھی ایسے کسی انتظام کی حاجت نہ تھی۔ لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت ان سب سے مختلف تھی۔ اب تک وہ حضورؐ کے ساتھ ہی رہتے تھے اور جب نکاحِ فاطمہؓ ہوا تو سارا اہتمام ازسرِنو کرنا پڑا۔ سیدنا علیؓ کے پاس کوئی الگ گھر نہ تھا۔ ایک انصاری حارثہ بن نعمانؓ نے اپنا ایک گھر حضورؐ کی خدمت میں اسی مقصد کے لئے بخوشی پیش کر دیا جس میں یہ پاکیزہ نیا جوڑا منتقل ہو گیا۔ اور گھرداری کے فقیرانہ اسباب وہاں بھیج دیئے گئے۔ یہ جہیز نہ تھا، صرف ایک نیا انتظام خانہ داری تھا۔ اگر جہیز ہوتا تو حضورؐ اپنی ہر بیٹی کو اسی طرح جہیز دیتے اور ہر ام المومنینؓ بھی اپنے ساتھ حضورؐ کے ہاں جہیز لاتیں۔ یہ ہے اصل حقیقت جسے جہیز کا نام دے دیا گیا ہے اور اسے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ لیا گیا ہے۔

ایک اور بات

حضرت فاطمہؓ کو نکاح کے وقت جو سامان ملا تھا اس کے جہیز نہ ہونے کی ایک اور دلیل بھی سن لیجئے۔ جناب خدیجہؓ کے متروکات کے سوا دوسری چیزیں حضورؐ نے کہاں سے مہیا فرمائی تھیں؟ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل چیز ہے حضورؐ نے حضرت علیؓ سے حق مہر پہلے ہی لے لیا تھا۔ یہ ایک حطمیہ زرہ تھی جو حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سوا سو روپے کی رقم (تقریباً پانچ سو درہم) میں فروخت کی تھی۔ یہی مہر کی رقم حضرت علیؓ حضورؐ کی خدمت میں لے آئے اور اسی رقم سے

حضورؐ نے گھرداری کا سارا سامان اور کچھ خوشبو وغیرہ منگوائی تھی۔ ذرا سوچئے کیا جہیز کی یہی صورت ہوتی ہے! اگر لوگ فی الواقعہ جہیز کو سنت سمجھتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ اسے زرِ مہر ہی سے مہیا بھی کریں۔

غلط فہمی کی ابتداء

اب آیئے ذرا اس پر غور کریں کہ جہیز کی یہ غلط فہمی کیسے پیدا ہوئی؟ بات یوں چلی کہ بیہقی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ،

جھّز رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فی خمیل: ۔ ۔ ۔ الخ

"حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کیلئے اونی چادر اور فلاں فلاں چیزیں مہیا فرمائیں"۔ یہاں "جھّز" کے معنی کسی دور میں "جہیز دینا" کر دیئے گئے اور یہ غلطی چل پڑی۔ رفتہ رفتہ اس پر اس غلط فہمی کے دبیز پردے پڑتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آخرکار لوگوں نے جہیز کو سنتِ رسولؐ بنا چھوڑا۔

"جَھَّزَ تَجْھِیْزًا" کے معنی ہیں سامان تیار کرنا، مہیا کرنا، خواہ وہ کسی مسافر کے لئے ہو یا کسی دلہن کیلئے یا کسی میت کیلئے۔ سورۂ یوسف میں ہے۔

"فَلَمَّا جَھَّزَھُمْ بِجَھَازِھِمْ" جب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کا سامان تیار کر دیا یہاں کون یہ ترجمہ کر سکتا ہے کہ جب یوسف نے اپنے بھائیوں کو جہیز دیا! ہم جو "میت کی تجہیز" کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے "جہیز" کون مراد لیتا ہے؟ احادیث میں بہت جگہ یہ لفظ آیا ہے۔ اور کہیں بھی "جہیز" کے معنی میں نہیں۔

مَنْ جَھَّزَ غَازِیًا ۔ ۔ ۔ (بخاری) من جھز جیش العسرۃ ۔ ۔ ۔ (بخاری) کنت اجھّز للشام ۔ ۔ ۔ (ابن ماجہ) انی لا جھز جیشی ۔ ۔ ۔ (بخاری) کنا فی من جھّز عائشۃ ۔ ۔ ۔ (مسند احمد) فجھّزت نصف الجیش ۔ ۔ ۔ (ترمذی) وغیرہ

یہی شکل دلہن کی ہوتی ہے۔ کوئی والدین اپنی بیٹی کو شادی کے بعد گھر سے اس طرح رخصت نہیں کرتے کہ اس کے کپڑے بھی اتروالیں۔ پدری اور مادری

محبت کچھ نہ کچھ ساتھ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اور یہ سلسلہ صرف رخصتی کے وقت تک ہی محدود نہیں رہتا۔ والدین ساری عمر اپنی استطاعت و توفیق کے مطابق سے دیتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ معروف جہیز نہیں ہوتا۔ وہ عرصہ دراز تک کسی مجبوری کی وجہ سے اسکی شادی نہ کر سکیں جب بھی اسے کچھ نہ کچھ دیتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن اسے جہیز تو نہیں کہتے۔ بس حضورؐ نے ایک الگ گھر بسانے کیلئے جو کچھ بھی جناب فاطمہؓ کو دیا اس کو "جہیز" سمجھنا ایک ایسی غلطی ہے جسکے حق میں کوئی معقول دلیل نہیں نظر آتی۔ حضورؐ نے کبھی کسی موقع پر بھی والدین کو اپنی بیٹی بیاہنے کے لئے جہیز دینے کا حکم یا کوئی ترغیب نہیں دی۔ سنتِ نبویؐ میں تو یہ اصطلاح ہی کبھی نہ رہی۔ یہ سارے پھندے ہم نے خود اپنی گردن میں ڈال کر اپنے لئے مشکلات پیدا کرلی ہیں جن سے سوشل زندگی اجیرن ہوگئی ہے اور شادی بیاہ کی آسانیاں مصیبتوں کے پہاڑ میں تبدیل ہوگئی ہیں۔ جو سہولتیں ہیں وہ خدا اور رسول کی طرف سے ہیں اور جو دشواریاں اور مشکلات ہیں وہ خود ہماری اپنی لائی ہوئی ہیں۔ جہیز کی فکر میں گھل گھل کر مرنا اور اس فکر کی وجہ سے دختروں کو ایک مصیبت سمجھنا کوئی اسلامی شعار نہیں۔ یہ صرف برادرانِ وطن کی کورانہ پیروی ہے جسے اب ہندو خود چھوڑ رہے ہیں۔ اور ہم ہنوز اس سے نہ فقط چپٹے ہوئے ہیں بلکہ غضب یہ ہے کہ اسے سنتِ رسولؐ اور لازمۂ شادی بھی سمجھے ہوئے ہیں ؎

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟

بہار، سابق پنجاب اور سرحد کے رواج

ہندوستان میں صوبہ بہار کے مسلمانوں میں اب تک ایک ہندوانہ رسم باقی ہے جسے "تلک" کہتے ہیں۔ "تلک" کا مفہوم یہ ہے کہ گویا لڑکے کی تجارت ہوتی ہے۔ لڑکا لڑکی والوں سے یہ کہتا ہے کہ تم جہیز میں فلاں فلاں چیزیں دو یا اتنی رقم دو تو میں تمہاری لڑکی سے شادی کر دوں گا اور بے چارے مسلمان اس خیال سے کہ

کب تک لڑکی کو بٹھائے رکھیں گے اس کی شرطیں قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ خطبۂ نکاح میں تو ہر جگہ یہی ارشادِ نبویؐ پڑھا جاتا ہے کہ اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ (نکاح میری سنت ہے اور جو میری سنت سے روگردانی کرے وہ میری جماعت میں نہیں)، لیکن "اتباعِ سنت" کا یہ انداز بھی قابلِ داد ہے کہ ساتھ ہی ساتھ "تلک" کی شرط کو بھی منظور کر لیتے ہیں اور جہیز کی "مفروضہ سنت" کو بھی لازمۂ ازدواج تصور کرتے ہیں۔ اور صوبہ سرحد میں اس کے بالکل برعکس لڑکی والے لڑکے سے کہتے ہیں کہ اتنے روپے لاؤ تو ہم لڑکی دیں گے پھر وہ اسی رقم کا خاصا حصہ شادی کے تمام انتظامات میں لگا دیتے ہیں۔ گویا بہار میں لڑکے فروخت ہوتے ہیں اور یہاں لڑکیاں۔

یہ عام قاعدہ ہے کہ جب فروعات پر زور دیا جائے تو اصول کی طرف سے بے توجہی ہو جاتی ہے۔ جب غیر ضروری شے کو لازمی تصور کر لیا جائے تو ضروری چیز کی گرفت ڈھیلی ہو جاتی ہے۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ ایک غیر ضروری جہیز کو لازمۂ ازدواج یقین کر لیا تو مہر جیسی ضروری شے محض ایک بے جان، بے اثر اور ناقابلِ توجہ رسم بن کر رہ گئی۔ جہاں جہاں جہیز پر زور دیا جاتا ہے وہاں آپ دیکھ لیں کہ مہر کی کیا گت بنتی ہے۔ صوبہ بہار میں عام طور پر کم از کم چالیس ہزار روپیہ مہر "دو دینار سرخ" دینِ مہر رکھا جاتا۔ خواہ دولہا چالیس روپے کی بھی سکت نہ رکھتا ہو۔ ایسے موقع پر دولہا، دولہن، نکاح خواں، گواہ، حاضرین، سسرال والے اور میکے والے سب جانتے ہیں کہ یہ زرِ مہر ساری عمر بھی ادا نہیں ہوگا لیکن نکاح بڑے ٹھاٹھ سے ہوتا ہے۔ نکاح خواں پوچھتا ہے کہ ...... قبول کیا؟ دولہا جواب دیتا ہے ...... جی قبول کیا۔ حالانکہ دونوں ایک دوسرے کے جھوٹ کو سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ غیر ضروری چیز پر زور دینے کا نتیجہ کیا نکلا؟ ضروری غیر ضروری بن گیا۔ چونکہ وہاں مہر کبھی ادا نہیں ہوتا اس لئے وہاں اصطلاح مہر کو کہتے ہیں "دینِ مہر"

یعنی کبھی نہ اترنے والا قرض۔ بعض علاقوں میں مہر بتیس روپے قرار پائے۔ اور اس کا نام "مہر شرعی" رکھ دیا گیا یعنی اگر اس سے کم زیادہ ہوا تو وہ غیر شرعی مہر ہوگا۔ مہر کا معاملہ صرف اس قدر ہے کہ شوہر آسانی سے ادا کر سکے اور بیوی کے (STATUS) کے گرا ہوا نہ ہو۔ یہ دس درہم سے لیکر ایک کروڑ روپے تک ہو سکتا ہے۔

یہ سب نتائج ہیں جہیز کی ہندوانہ رسم کو ضروری سنت قرار دینے کے۔ جب جہیز ضروری ٹھہرا تو مہر خود بخود غیر ضروری یا غیر متوازن ہو گیا۔ جہیز کو لازمۂ ازدواج سمجھنے سے مسلمان قوم کے معاشی توازن میں جو بگاڑ پیدا ہوا وہ الگ ہے۔ ہم نے کتنے خاندانوں کو اسی چکر میں لٹتے اور تباہ ہوتے بھی دیکھا ہے۔ وہ محض جہیز کی غیر ضروری رسم پوری کرنے کے لئے سودی قرضہ لیتے ہیں اپنی جائیداد رہن رکھ دیتے ہیں جو کبھی واگذار نہیں ہوتیں۔ ادھر مہر کی بڑی رقمیں ادا نہیں ہوتیں اور ادھر جائیداد پر لیا ہوا قرضہ کبھی ادا نہیں ہوتا۔ اور شادی کا فرض قرض کے چکر میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔

(بشکریہ، ماہنامہ "میثاق" لاہور)

بقیہ: وجود زن سے ہے تصویر ....

اسٹیج سے مخاطب ہوں، خاص طور سے کسی انتخابی اسٹیج سے — تو پھر زاہد خشک طبع کیلئے بھی دل کو قابو میں رکھنا "کار سے دارد" ثابت ہوتا ہے — اُدھر جمہور کا حال کچھ اس طرح ہوتا ہے:

دل کے ٹکڑے ہوئے ہزار — کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا

دلوں پر قبضہ کرنا کوئی آسان کام نہیں — یہ رنگ برنگی تتلیوں ہی کے بس کا روگ ہے — ان تتلیوں میں کائنات کا رنگ سمایا ہوا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ "وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ"

لغوی زندہ صحبت باقی۔

قربانی کا شرعی حکم؟
کیا قربانی کے بجائے روپئے کا صدقہ جائز ہے

انشاء: علامہ یوسف القرضاوی
ترجمانی: سید زاہد اصغر فلاحی

سوال

قربانی کا شرعی حکم کیا ہے؟ قربانی کب کرنی چاہیئے؟ اگر کوئی صاحب حیثیت شخص قربانی نہ کرنا چاہے تو کیا اس کیلئے جائز ہے؟ قربانی کے گوشت کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

جواب

جمہور فقہاء کے نزدیک قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے البتہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے حدیث نبوی ہے۔

من کان لہ سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا — جو صاحب حیثیت ہے اور اس نے قربانی نہیں کی تو وہ ہماری مسجد (عیدگاہ) کے قریب بھی نہ آئے۔

ایک دوسری حدیث ہے کہ صحابہؓ نے قربانی کے بارے میں دریافت کیا آپؐ نے فرمایا۔

سنۃ ابیکم ابراھیم — تمہارے والد ابراہیمؑ کی سنت ہے

اسی لئے کچھ لوگوں نے اسے سنت مؤکدہ قرار دیا اور کچھ لوگوں نے صاحب حیثیت کیلئے واجب قرار دیا ہے۔

قربانی کا وقت عید کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے، عید کی نماز سے قبل قربانی کرنا جائز نہیں۔ اگر پہلے دن قربانی ممکن نہ ہو تو دوسرے یا تیسرے دن بھی کی جا سکتی ہے قربانی کا گوشت تین حصوں میں تقسیم کرنا چاہیئے ایک حصہ خود کھائے دوسرا پڑوسیوں اور دوستوں میں تقسیم کرے اور تیسرا حصہ فقراء و مساکین

کو کھلائے۔ اگر سارا کا سارا فقراء و مساکین کو کھلا دے تو یہ اور بھی بہتر ہے۔

بلاشبہ قربانی ایک عبادت ہے اور جیسا کہ ہم نے پہلے بھی کہا ہے کہ عبادت کیلئے ضروری ہے کہ اسی طریقہ اور وقت پر ادا کی جائے جو اللہ اور اسکے رسول نے متعین کر دیا ہے قربانی کا بھی وقت متعین ہے طریقہ مقرر ہے اس لئے قربانی کے وقت اس کا دھیان رہنا چاہیئے۔

سوال

قربانی کے بجائے قربانی کے برابر روپئے پیسے کو صدقہ کیا جائے تو کیا یہ جائز ہے؟ ان دونوں میں کون افضل ہے قربانی کرنا یا صدقہ کرنا؟ گھر کے ہر فرد کی طرف سے قربانی ضروری ہے یا ایک قربانی تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہے؟

جواب

بلاشبہ قربانی کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ قربانی ایک عبادت ہے جس کا مقصد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو برقرار اور زندہ رکھنا ہے یہ عبادت ہمیں اس عظیم الشان واقعہ کی یاد دلاتی رہتی ہے جبکہ ابراہیم علیہ السلام اپنے جگر کے ٹکڑے کو اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں اس کی بارگاہ میں قربان کرنے چلے تھے۔ اپنے رب سے محبت کی یہ ایسی مثال ہے جسکی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے پیارے بندے کو اس کا یہ صلہ دیا کہ اس کے اس فعل کو قیامت تک کے لئے یادگار بنا دیا ہر قوم اپنے اہم دن مثلاً آزادی کا دن یا جنگ میں فتح کا دن وغیرہ کی یاد تازہ رکھنے کیلئے ہر سال اس کا جشن مناتی ہے ہمیں بھی چاہیئے کہ قربانی کر کے اس عظیم الشان واقعہ کی یاد تازہ رکھیں اس لئے قربانی کرنا قربانی کی قیمت کو صدقہ کرنے کے مقابلہ میں زیادہ افضل اور احسن ہے۔

تاہم اگر قربانی کسی میت کی طرف سے کی جا رہی ہے اور کسی ایسے شہر میں کی جا رہی ہو جہاں لوگوں کو گوشت کی زیادہ ضرورت ہے تو میری رائے میں

بقیہ: صفحہ ۳۶ پر

لکھ رہا ہوں جنوں میں کیا کیا

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

ابواللسان لغوی

وہ آہن زوجہ نے مجھے شانوں سے پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا۔ غالباً مجھ کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی انکی یہ ساتویں کوشش تھی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا چند لمحے ہکا بکا بیٹھا رہا پھر اس خیال میں کہ شاید محترمہ کی نرم و نازک انگلیاں بیڈ ٹی کے بھاری بھر کم کپ سے زیر بار ہیں اور کہیں جلال میں آکر وہ اسے میرے رخسار ہی سے نہ لگا دیں! میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں ـــــ مگر وہاں سماں بالکل بدلا ہوا تھا۔ محترمہ کی انگلیوں میں انکی اپنی سنہری ننھی کلائی گھڑی اٹکی ہوئی تھی جسے انہوں نے میرے چہرے کے سامنے اس طرح پکڑ رکھا تھا جیسے وہ مجھے گلاب جامن کھلانے جا رہی ہوں ـــــ بے ساختہ میری نظریں سراپا استفہام بن کر ان کے چہرے تک جا پہنچیں ـــــ میں سہم گیا کہ دہا! مسکراہٹیں عنقا تھیں ـــــ انکی نظریں مجھے ہڈیوں میں اترتی محسوس ہوئیں ـــــ وہ گویا ہوئیں "میں کب سے آپ کو بیدار کر رہی ہوں ـــــ جماعت فجر میں اب صرف دس منٹ باقی ہیں ـــــ رات میں یار دوستوں کے ساتھ کچھ دیر اور گپ مار لیجئے ـــــ نماز فجر چھوٹ جائے، چھوٹ جائے۔ پر مجلسیں نہ چھوٹنے پائیں" ـــــ اب تو جیسے میرے اندر انجن فٹ ہو گیا ہو ـــــ میں نے بستر سے ایک چھلانگ ماری اور مسجد کے دروازے تک بدستور دوڑتا رہا کہ مبادا جماعت نہ چھوٹ جائے مجھے یہ تک خبر نہ تھی کہ میں کرتے سے آزاد صرف بنیان میں ہوں خیر میری خوش قسمتی کہ مسجد اہلحدیثوں کی تھی کہ انکے یہاں بنیان میں نماز پڑھنا تو درکنار امامت تک کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

مسجد سے نکلا تو ذہن کافی بوجھل تھا۔ راشن تو کل ہی ختم ہو گیا تھا —
مرزا زمرد کے یہاں دعوت نہ ہوتی تو کل ہی فاقہ ہو گیا ہوتا — ناشتے کا خیال
آتے ہی محترمہ کا چہرہ بھی نظروں میں گھوم گیا — اور پھر دل بیٹھنے لگا — طبیعت مچلی
کہ لاؤ علامہ گیسو دراز دامت برکاتہم کے یہاں بھاگ جائیں مگر مجبوری تھی کہ بنیان
میں تھا — خیر مرتا کیا نہ کرتا — چپکے سے گھر میں داخل ہوا، دل دھڑک رہا تھا
— دروازے سے گذر کر آگے بڑھا ہی تھا کہ پیچھے سے ایک کھنکدار آواز آئی "السلام
علیکم" — میں اچھل پڑا — مڑ کر دیکھا محترمہ دروازے کے پیچھے سے نکل رہی تھیں
— ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی — ہاتھوں میں ایک چھوٹی ٹرے بھی تھی —
قریب پہنچتے ہی انہوں نے کہا "نوش فرمائیے" — میں کبھی ٹرے کو دیکھتا اور
کبھی محترمہ کو — انڈا، بسکٹ، چائے اور پکوڑیاں — یہ سب میں سوچ بھی نہیں
سکتا تھا — انڈا تو خیر اس وفادار مرغی نے دیا تھا جو آئے دن کڑک ہو جایا
کرتی تھی — مگر بقیہ چیزیں؟ — محترمہ میری حیرت سے محظوظ ہو رہی تھیں
— بولیں — "یہ سب جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی برکت ہے"

میں ابھی اس غیر مترقبہ نعمت سے استفادے کی نیت کر ہی رہا تھا کہ دروازے
پر دستک ہوئی اور ساتھ ہی یہ آواز بھی — "ارے میں نے کہا کیا نقوی صاحب گھر
میں موجود ہیں بھائی؟" — یہ آواز یقیناً صوفی تمکین کی تھی — ٹرے کی جانب،
جوش و خروش کے ساتھ بڑھتے ہوئے میرے ہاتھ نے ایک سرد آہ لی اور جہاں تھا وہیں
رک گیا — ضرور کوئی سنگین معاملہ درپیش تھا ورنہ صوفی تمکین اتنے سویرے
کیوں پدھارتے — خیر نہیں آتا تھا تو دو چار منٹ تاخیر سے آتے کیا ضروری
تھا کہ عین نازک وقت ہی پر نزول فرمائیں — نہ جانے کیسے کیسے خیالات
ذہن میں اچھلنے لگے — کہ اچانک دروازے پر پھر دستک ہوئی "ارے میں نے
کہا کیا نقوی صاحب گھر میں ہیں بھائی؟" — اب میرا مزید ٹھہرنا خطرے سے

خالی نہیں تھا — اہلیہ کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ تھی — میں لپک کر دروازے
تک پہنچا — دروازہ کھول کر سر باہر نکالا تو کیا دیکھتا ہوں کہ صوفی تمکین تیسری
بار بانگ لگانے کیلئے پر تول رہے ہیں — میں نے کہا "صوفی صاحب!
السلام علیکم" — اب صوفی صاحب کی لمبی کھنچی ہوئی سانس ان کے منہ سے
بکلفت یوں نکلی جیسے آسمانی غبارے سے ہوا خارج ہوتی ہو — بولے "
ارے نقوی! لگتا ہے تمہارے گھر میں کوئی ہے ہی نہیں — کب سے چیخے چلا جا رہا
ہوں" — میں نے عرض کیا حضرت چیخنے کی کیا ضرورت ہے — کال بیل کا
بٹن بالکل آپ کی ناک کے پاس ہے — وہ فوراً اپنی ناک ٹٹولنے لگے جیسے
کال بیل کا بٹن واقعی ناک کے پاس ان کے چہرے میں فٹ ہو — میں نے کہا
"صوفی صاحب! وہاں نہیں، میں دیوار کی بات کر رہا ہوں" — اس پر وہ کچھ
جھینپے پھر اپنی خجالت مٹاتے ہوئے ہنکارے "میاں! کال بیل جیسی بیہودہ چیز
کی کیا بات کرتے ہو! یہ سب دورِ جدید کی ایجاد ہے — بدعت ہے" —
میں نے کہا "صوفی صاحب! کیا مطلب؟" — تو وہ آنکھیں نکال کر جھنکارے
"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے زمانے میں کیا کال بیل موجود
تھی؟ یہ بدعت نہیں تو اور کیا ہے!" — میں نے عرض کیا "صوفی صاحب
یہ سائیکل کہ جس کے ذریعہ آپ یہاں تشریف لائے ہیں کیا اللہ کے رسول صلی
اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے زمانے میں موجود تھی؟" — اس پر وہ کچھ سٹپٹائے
— پھر تیور بدل کر بولے "میاں! کیا باتیں چھیڑ دیا تم نے، نہ خیر پوچھی نہ خیریت
بیٹھنے تک کو نہ کہا"

صوفی تمکین کو بٹھا کر میں اندر گیا۔ چھوٹی ٹرے لیکر واپس ہوا کہ ایک
ایک کپ چائے ہی پی لی جائے — پیالی ایک ہی تھی لہٰذا مجھے پھر اندر جانا پڑا۔
جاتے ہوئے میں نے عرض کیا "صوفی صاحب! شوق فرمائیں میں ابھی حاضر

ہیں ـــــ پیالی لیکر واپس ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ صوفی نمکین کا جغرافی منٹ ایک سوبیس میل کی رفتار سے چل رہا ہے ـــــ انڈے، بسکٹ اور پکوڑیاں ناپید ہو چکی ہیں اور وہ عجب شانِ بے نیازی سے کپ میں چائے انڈیل رہے ہیں ـــــ میرا سر چکرا گیا ـــــ میں نے کہا "صوفی صاحب! پیالی میں انڈیلنے کی زحمت کیوں فرما رہے ہیں۔ چائے دانی ہی منہ سے لگا لیں" ـــــ صوفی نمکین شاید میرا لہجہ نہیں بھانپ سکے، بولے "نہیں میاں! زحمت کی کوئی بات نہیں، سب ٹھیک ہے۔"

میں نے سوچا "آمدم بر سر مطلب" ہونا چاہئے ورنہ صوفی نمکین نہ جانے کیا کیا گل کھلا بیٹھیں ـــــ میں نے پوچھا "صوفی صاحب قبلہ سب خیریت تو ہے" ـــــ صوفی نمکین بولے "میاں! خیریت وریت کہاں! تمہاری صوفیائن نے تو جینا دو بھر کر رکھا ہے ـــــ ایک بات نہیں مانتی ـــــ لاکھ اونچ نیچ سمجھاؤ ـــــ مگر زمین ٹلمت، زمان ٹلمت ـــــ پر صوفیائن نہیں ٹلمت" ـــــ میں نے کہا "صوفی صاحب! پہیلیاں نہ بجھائیے۔ آنتیں اس لائق نہیں ہیں کہ دماغی کام کا بوجھ برداشت کر سکیں۔ ـــــ صاف صاف باتیں کیجئے" ـــــ اس پر صوفی نمکین میرے قریب کھسک آئے اور دائیں بائیں دیکھتے ہوئے آواز پست کر کے بولے "میاں لغوی! میں اس وقت کافی مصیبت میں گرفتار ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ پردھانی کا الکشن قریب آ گیا ہے ـــــ اور اس بار پردھان کوئی مرد نہیں ہو سکتا۔ عورت کے لئے سیٹ ریزرو ہے ـــــ میں نے سوچا تھا کہ اس بار پردھانی کے لئے میں ہمت کروں گا ـــــ مگر قانونی اڑچن آ گئی ـــــ میں نے صوفیائن کو بہت سمجھایا کہ تم صرف نام کیلئے کھڑی ہو جاؤ سارا کام میں کر دوں گا ـــــ مگر وہ ایسا رنگ بناتی ہے جیسے اسے کسی نے ورغلا دیا ہو ـــــ میاں لغوی! میں تو دنیا کافی پریشان ہوں ـــــ اس آڑے وقت پر میری مدد کرو ـــــ تمہاری گھر والی اگر چاہے تو صوفیائن کو منا سکتی ہے ـــــ لغوی! یا وعدہ کرو" ـــــ مجھے کیا پتہ تھا کہ محترمہ ہماری یہ باتیں دروازے کی اوٹ سے بگوش

ہوش سن رہی ہیں ـــــ وہیں سے بولیں "صوفی صاحب یہ گھناؤنا کام مجھ سے نہیں ہو پائے گا ـــــ لعنت ہو لوگوں پر! اب عورتیں پردھان ہوں گی ـــــ عورت کی پردھانی کے بارے میں شرعی حیثیت کیا ہے صوفی صاحب؟" ـــــ صوفی نمکین اس غیر متوقع بیان کے لئے تیار نہ تھے ـــــ لڑکھڑا گئے ـــــ میں نے فوراً صوفی نمکین کا ہاتھ دبا کر نظروں ہی نظروں میں کہا "فکر مت کیجئے ـــــ میں سب ٹھیک کر دوں گا" ـــــ مگر صوفی نمکین مجھے ایسا دیکھ رہے تھے جیسے انہیں میری باتوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

صوفی نمکین کی تسلی کیلئے مجھے تاریخ کا سہارا لینا پڑا ـــــ ایک صاحب تھے لوگ انہیں شیخ کندن کے نام سے یاد کرتے تھے ـــــ کندن صاحب تو آدمی تھے ٹھیک ٹھاک مگر کندنائن سے ہمیشہ پریشان رہا کرتے ـــــ کندن کہتے آم تو کندنائن کہتیں املی ـــــ کوئی کام ایسا نہیں تھا جس میں وہ کیڑا نہ نکالتی ہوں ـــــ کسی شادی میں کندنائن کا جانا ہوا ـــــ وہاں انہوں نے عورتوں کو دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئیں ـــــ ایک سے ایک زیور عورتوں نے زیب تن کر رکھا تھا ـــــ واپسی پر کندنائن نے شیخ کندن کی ہوا خراب کر دی ـــــ زبان پر اگر کوئی وظیفہ تھا تو بس یہی کہ مجھے زیور چاہئے ـــــ کام دھندا بند کر دیا اور منہ پھلا کر بیٹھ گئیں ـــــ شیخ کندن بہت پریشان ہوئے ـــــ طرح طرح سے منایا ـــــ خوب خوب منتیں کیں مگر کندنائن تھیں اسم بامسمّیٰ ـــــ رتی برابر بھی نہ پسیجیں ـــــ مگر کندن تھے اصلی شوہر سچے کئے اور بار دیکھ کہ وہ ایک غریب آدمی تھے اور انکی جیب میں ہر وقت پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی، دوڑ بھاگ کر یار دوستوں سے قرض اکٹھا کیا اور چاندی کا ایک ہلکا زیور لے آئے ـــــ کندنائن نے اسے دیکھتے ہی اپنی ہڑتال ختم کر دی ـــــ مگر دو دن بعد پھر منہ پھلا کر بیٹھ گئیں ـــــ انکی ضد تھی کہ اڑوس پڑوس کی عورتوں کا کہنا ہے کہ زیور ہلکا ہے لہٰذا مجھے وزنی چاہئے ـــــ اب تو شیخ صاحب اور پریشان ہوئے ـــــ خیریت ہوئی کہ انہیں ایک جہاں دیدہ بوڑھا مل گیا ـــــ اس نے انہیں

مشورہ دیا کہ بیٹے! بٹّے والی سل لے لو۔ اس پر چاندی کی پالش کرا لو — پھر دو حلقے لگوا کر زنجیر بندھوا لو — چاندی کا ادھار ہے — پہلے تو شیخ کندن جھجکے مگر بوڑھے کے اصرار پر انہوں نے ایسا ہی کیا — کندائن نے چاندی کا اتنا وزنی زیور جو دیکھا تو جھٹ اسے گردن میں ڈال لیا — اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اڑوس پڑوس کی عورتوں میں یہ جا وہ جا — کچھ دیر پہلے تو ان سے بٹّا تک نہیں اٹھایا جا رہا تھا اور اب کہاں وہ پوری سل ہی اٹھائے دوڑ رہی تھیں۔

صوفی نمکین کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ بولے "میاں! یہ سارا گر تم نے کہاں سے سیکھا — سچ مانو میں تو اتنا پریشان تھا کہ دو دن سے نیند نہیں آئی — خدا کرے یہ نسخہ کامیاب ہو" — پھر وہ جھٹکے میں اٹھے جیسے انہیں کہیں جانے کی جلدی ہو — ہاتھ پاؤں کی گردش تیز تھی — بولے "اچھا نقوی! بہت بہت شکریہ۔ شام کو پھر ملیں گے، خدا حافظ" — میں نے کہا "صوفی صاحب، اتنی بھی کیا جلدی ہے کہاں جا رہے ہیں؟" صوفی نمکین بے ساختہ بولے "بچن سنار کی دوکان پر"

میں سوچنے لگا یہ عورت ذات بھی عجیب چیز ہے — مرد اس سے پریشان رہتے ہیں مگر اس کے بغیر ان کی گاڑی بھی نہیں چلتی — اور گاڑی بھی کیسے چلے جب کہ بقول کسے "زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ایک مرد دوسرا عورت" — لوگ سمجھتے ہیں کہ عورت کمزور ہوتی ہے مگر جناب میں نے نہ جانے کتنے ہی مرد آہن دیکھے ہیں جو عورت سے خوف کھاتے ہیں اور اس سے ایسا نرم پڑتے ہیں کہ ویسا موم بھی کیا نرم پڑتا ہوگا — مرزا مست قلندر ملتانی کو سبھی جانتے ہیں — خیر سے وہ مولوی بھی ہیں — حد درجہ خونخوار آدمی — طلبا تو ان سے ایسے ڈرتے ہیں جیسے بکریاں قسائیوں سے — شدید غصہ ور آدمی ہیں — ہر شخص ان سے دب کر بات کرتا ہے — جمعہ کا خطبہ بھی دیتے ہیں لہٰذا لوگوں میں عزت بھی خوب

ہے — خیر تو انکے پاس بچیاں ہی بچیاں تھیں کوئی بچہ نہیں تھا — ایک بار جب انکی مرزائن امید سے ہوئیں تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر انہیں لڑکا ہوا تو وہ اپنے میاں سے بر سر ممبر ڈھول بجوائیں گی — اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ لڑکا پیدا ہوا — برسوں کی امیدیں بر آئیں — اب پہلا کام یہ تھا کہ مرزائن اپنی نذر پوری کریں — انہوں نے مرزا ملتانی کو اپنے پاس بلایا اور نذر کی تفصیل کہہ سنائی — پہلے تو مرزا کچھ کرخت ہوئے مگر مرزائن کی ایک گھرکی میں سیدھے ہو گئے — مرزائن نے کہا "مرزا صاحب آپ جمعہ کے دن ممبر پہ کھڑے ہو کر ڈھول بجائیں گے — یہ میری نذر ہے — آپکو ایسا کرنا ہوگا" — مرزا سہم گئے۔ نحیف آواز میں بولے "ٹھیک ہے" — کہنے کو تو انہوں نے "ٹھیک ہے" کہہ دیا تھا مگر اسے نبھانا بہت مشکل تھا — زندگی بھر جس سے لوگوں کو منع کرتے چلے آئے تھے اسے وہ بر سر ممبر خود کیسے کرتے — جمعہ کا دن قریب آتا جا رہا تھا اور انکی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی — کبھی وہ جی کڑا کر کے خود کلامی کے انداز میں کہتے "ہٹو، میں یہ حرکت کبھی نہیں کروں گا" — مگر مرزائن کی گھرکی یاد کر کے کانپ جاتے — آخر ایک قریبی دوست نے انہیں ایک دلچسپ مشورہ دیا جس سے انکی جان میں جان آئی — جمعہ کے دن مرزا ملتانی مسجد پہنچے — حسب پروگرام ڈھول پہلے سے ہی مسجد کے کونے میں رکھا تھا — خطبہ کا وقت ہوا تو مرزا اٹھے — کونے سے ڈھول کو اٹھایا اور ممبر پہ پہنچے — ممبر کے بغل میں ڈھول کو رکھ دیا — اور اذان سننے لگے — اذان ختم ہونے کے بعد کھڑے ہوئے — خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد تقریر شروع کی — تقریر کا عنوان "ڈھول باجا" ہی تھا — وہ لوگوں کے سامنے ڈھول باجے کی شرعی حیثیت واضح کر رہے تھے — اچانک وہ جھکے اور انہوں نے ممبر کے بغل میں رکھا ہوا ڈھول اٹھا لیا اور لوگوں سے مخاطب ہوئے — "سامعین! دیکھئے یہ ڈھول ہے۔ ڈھول اسے کہتے ہیں" — پھر انہوں نے اسے اپنی گردن میں ڈال لیا اور بولے"

برادران اسلام! لوگ پوچھتے ہیں کہ ڈھول بجانا کیسا ہے تو بھائیو! عرض ہے کہ ڈھول بجانا ناجائز ہے خواہ اسے کیسے بھی بجایا جائے ـــــ برادران اسلام ادھر دیکھئے ـــــ پھر انہوں نے دائیں ہاتھ سے ڈھول پر ضرب لگاتے ہوئے کہا "ایسے بجانا بھی ناجائز ہے" پھر بائیں ہاتھ سے ڈھول پر ضرب لگاتے ہوئے کہا "ایسے بھی بجانا ناجائز ہے" تھوڑی دیر دھیرے دھیرے بجایا اور کہا "اس طرح دھیرے دھیرے بجانا بھی ناجائز ہے" اور پھر تھوڑی دیر زور زور سے بجایا اور کہا "اس طرح زور زور سے بھی بجانا ناجائز ہے"۔

عورتوں کا یہ ایک فن ہے ـــ ایسے ہی ان کے پاس نہ جانے کتنے فنون ہیں کہ جنہیں شمار کرنا مشکل ہے ـــــ شوہر خواہ کتنا بڑے سے بڑا کام کر کے لوٹے وہ اسے چٹکیوں میں اڑا دیتی ہیں ـــــ لطف کی بات یہ ہے کہ شوہر ناراض بھی نہیں ہوتے کہ اگر یہ معاملہ دوسرے کے ساتھ ہوتا تو فوجداری کی نوبت آ جاتی ـــ صوفی برکت اجمیری کی شخصیت کسی کیلئے محتاج تعارف نہیں ـــ اچھے خاصے پہنچے فقیر ہیں ـــ دور دور تک انکی ولایت کا چرچا ہے ـــ انکے مریدوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے ـــــ مگر انکی بیوی صوفیائن ہی انکی ولایت کی قائل نہیں ـــــ صوفی صاحب بڑے سے بڑا کرشمہ دکھا دیں پر صوفیائن ضرور اسمیں کوئی نہ کوئی کمی نکال دیتی ہیں اور صوفی اجمیری بددل ہو کر چپ ہو جاتے ہیں ـــــ ایک دن صوفی اجمیری اپنی ولایت کے زور پر اپنے گھر کے اوپر ہوا میں اڑ رہے تھے ـــــ صوفیائن نے دیکھا اور ہکی بکی رہ گئیں ـــــ وہ صوفی اجمیری کو نہیں پہچان سکیں ـــــ شام کو جب صوفی صاحب گھر آئے تو صوفیائن نے کہا "ولی بنتا ہے تو ایسا ہو۔ آج ایک ولی ہوا میں اڑ رہا تھا۔ میں نے اسے خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہے" ـــــ صوفی اجمیری نے سوچا بڑی اچھی بات ہے، زندگی میں پہلی بار صوفیائن میری ولایت کی قائل ہو رہی ہیں ـــــ صوفی اجمیری نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا "صوفیائن! جس ولی کی بات تم

کر رہی ہو وہ میں ہی تھا" ـــــ صوفیائن نے فوراً جواب دیا "جبھی تو ٹیڑھے ٹیڑھے اڑ رہے تھے"۔

خواتین کی اپنے مردوں پر حکومت، کوئی نئی نہیں بہت قدیم ہے ـــ پر انہیں اس کا شعور ہونا دور جدید کی دین ہے ـــ اپنے اندر اس عظیم وہبی قوت کے ادراک نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ ایک مرد پر حکومت کرنا اگر آسان ہے تو بہتوں پر حکومت کرنا بھی کوئی مشکل نہیں کہ آگ ایک تنکے کو بھی جلا دیتی ہے اور جنگلوں کے جنگل کو بھی ـــ مگر شاید انہیں ریاضی اور فلسفے کا فرق نہیں معلوم کہ ریاضی میں ایک اور ایک مل کر دو ہوتے ہیں اور فلسفے میں ایک اور ایک مل کر ایک بڑا ایک ہو جاتا ہے نیز شئی واحد کی ہر ہر جزئیہ کو اسکی ہر ہر کلیہ پر منطبق کرنا درست نہیں ہوتا بایں طور کہ پانی کا ایک قطرہ، قطرہ ہے اور اس کا ڈھیر سمندر ـــــ اور قطرے کا پینا آسان ہے پر سمندر کا پینا ناممکن ـــ البتہ یہ ناممکن امر اس وقت ممکن ہو جاتا ہے جب معاملہ شاعر کا ہو ـــ خاتون شاعر کا نہیں ـــ مرد شاعر کا۔ بقول چچا ناٹل ؎

پی گیا یوں تو سمندر کے سمندر ناٹل
پیاس کی شدت ہے کہ پانی مانگے

مگر جناب عورت نے تو اب فلسفے کو بھی مات دے دی ـــــ بلکہ اب وہ خود سراپا فلسفہ ہو گئی ـــ پہلے تو "عورت کا فلسفۂ حسن" زیر بحث ہوا کرتا تھا مگر اب "عورت سراپا حسن فلسفہ" زیر بحث ہے ـــ اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ مشرق و مغرب میں اس کا مد مقابل کوئی نہیں ـــ پاکستان ہی کو لے لیجئے ـــ کس مرد میں ہمت ہے کہ وہ بے نظیر کا مقابلہ کرے ـــ نواز شریف نے تھوڑا ہاتھ پیر مارا تھا مگر صنف نازک کے سامنے ہاتھ پیر مارنے کی کیا وقعت ـــ انکے سامنے تو بیچے ہاتھ پیر مارتے ہی ہیں ـــ آخر چپ سادھ گئے ـــ مگر جب بے نظیر کا غضب بھڑکا تو صرف نواز شریف ہی کو نہیں بلکہ صدر غلام اسحق خاں کو بھی کرسی سمیت نیچے کھینچ لایا ـــ پھر اس نے چشم زدن میں اپنے ایک وزیر کو صدارت کی کرسی پر جس طرح آناً فاناً

بٹھایا ہے" جادو کی چھڑی کا کرشمہ" ہی کہا جا سکتا ہے — سری لنکا میں بھی معاملہ کافی دلچسپ رہا — وہاں تو "گرو گرو رہ گئے اور چیلا شکر ہو گئے" والی مثل تازہ ہو گئی — ماں بیٹی کی حکومت وہاں بھی جھوم کر چل رہی ہے — کماری تنگ پوری دنیا نہ سہی کم از کم ایشیا کی پہلی خاتون صدر تو بن ہی گئیں جنہوں نے ایوان صدارت کو مردوں کے تسلط سے نجات دلائی ترکی کی وزیر اعظم بھی کسی سے کم نہیں ہیں — بنگلہ دیش میں بیگم خالدہ ضیاء کا جادو کبھی کبھی جماعت اسلامی کے سر بھی چڑھ کر بولتا ہے — باوجودیکہ وہاں اپوزیشن نے تقریباً سال بھر سے حکومت کا بائیکاٹ کر رکھا ہے مگر بیگم کی حکومت ہے کہ "بے غمی" سے چل رہی ہے — بنگلہ دیش، سری لنکا اور پاکستان کے تناظر میں کبھی کبھی ہمیں شک گذرتا ہے کہ خدانخواستہ کہیں ہمارے وزیر اعظم نرسمہا راؤ صاحب بھی تو اسی گروپ سے تعلق نہیں رکھتے؟ — خود ہندوستان کے اندر بھی فتوحات کا سلسلہ جاری ہے — اندرا گاندھی کا مقابلہ مولانا مدنی جیسے لوگ بھی نہیں کر سکے تھے — تامل ناڈو کے لوگ جے للتا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے — یو پی میں مایا وتی کی "مایا لیلا" زوروں پر ہے — اور بقول ایک وفادار کانگریسی لیڈر ہندوستان کا مستقبل سونیا گاندھی کے "نظر کرم" پر ہے۔

یہ سب کیوں ہوا — کیسے ہو رہا ہے — اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟ — اس کا جواب بھوپور کے چچا بو حسن بھی شاید ہی دے پائیں — البتہ ہم اتنی جسارت ضرور کریں گے کہ پہلے حسن کے قدردان، حسن کو حجاب میں رکھ کر اسکے حسن کو دوبالا کیا کرتے تھے کہ حسن کو حجاب اور حجاب کو حسن کہتے ہیں مگر اب تو وہ حسن، حسن ہی نہیں کہ جسکی توثیق چوراہے کے باذوق تماشائی نہ کر دیں — صنف نازک کی ایک ایک ادا سراپا دعوت شوق ہے اپنے دیوانوں کیلئے — دہکتا چہرہ — ریشمی زلفیں — لہراتے آنچل — اور حنائی بازو جب کسی

بقیہ: صہ ۲۸ پر

تعارف وتبصرہ

عبدالبر اثری فلاحی

نظامت اور خطابت سیکھئے (جلد اول)

از شفیق احمد قاسمی

صفحات: ۲۱۶

قیمت: چالیس روپئے — طباعت: عمدہ

ناشر: پیغام بک ڈپو اردو بازار جلالپور فیض آباد یو پی پن کوڈ ۲۲۴۱۴۹

تبلیغ کے دو معروف ذرائع ہیں تقریر اور تحریر۔ تحریر نسبتاً مشکل اور تقریر نسبتاً آسان ذریعہ ہے اس لئے عام طور سے اسی کا چلن زیادہ ہے۔ گرچہ صلاحیتیں قدرت کا عطیہ ہوتی ہیں لیکن بہت کچھ اس میں انسان کی اپنی جدوجہد اور مشق و تمرین کا بھی دخل ہوتا ہے کیونکہ اسی سے فطری صلاحیتوں کو چار چاند لگتے ہیں اگر اس میں ضروری ادب و سلیقہ کا پاس و لحاظ ہو تو تاثیر اور دوبالا ہو جاتی ہے۔ مکرمی شفیق احمد قاسمی صاحب نے ایسے ہی کچھ آداب بتاتے ہوئے مشق و تمرین کے کچھ نمونے تیار کئے ہیں انکو سامنے رکھ کر اگر کوئی نوآموز تیاری کرے تو مستقبل میں بہترین خطیب بن سکتا ہے۔ اسے حرف آخر تو نہیں کہا جا سکتا البتہ قابل قدر ضرور ہے خصوصاً عربی مدارس کے طلبہ کیلئے کیونکہ بطور خاص یہ انہیں کیلئے تیار کی گئی ہے جیسا کہ صاحب کتاب نے لکھا ہے۔

"عربی مدارس کے طلباء جو ملت کا قیمتی سرمایہ اور ملت کی آرزوئیں اور تمنائیں ہیں اور جن کے اوپر کل تبلیغ دین کی سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہونے والی ہے اس کتاب کے ذریعہ میں نے انہیں کچھ راہ دکھانے کی کوشش کی ہے" (صفحہ ۱۹-۲۰)

اس میں نظامت کے تین نمونے اور مختلف موضوعات پر گیارہ تقریریں شامل ہیں، اہم عناوین نماز، رمضان المبارک، عید الفطر، ماہ محرم، اللہ کا ذکر، فکر آخرت وغیرہ ہیں۔ انداز عموماً خطیبانہ ہے لیکن کہیں کہیں "تکلف" محسوس ہوتا ہے جو مناسب نہیں کیونکہ سامع پر تکلف الفاظ و اسلوب میں الجھ کر اصل مضمون سے غافل ہوجاتا ہے اور تقریر کا مقصد فوت ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

صفحہ ۲۳ پر آخری پیراگراف میں "موضوع" کے بجائے "موزوں" لفظ ہونا چاہئے تھا۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ مصنف کی خواہش کے مطابق اسے "انتہائی مفید اور رہنما کتاب" بنائے اور جلد ثانی کی جلد تکمیل کی توفیق ارزانی کرے۔ وما توفیقی الا باللہ۔ نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

بقیہ: فتاوی

وہاں قربانی کرنا زیادہ افضل ہے لیکن کسی ایسے شہر میں کی جارہی ہو جہاں گوشت پہلے ہی وافر مقدار میں ہو البتہ لوگوں کو پیسوں کی ضرورت ہو تو اس شہر میں قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا زیادہ افضل ہے۔

گھر کے تمام افراد کی طرف سے صرف ایک قربانی کا جانور کافی ہے کیونکہ نبی کریمؐ نے جب قربانی کی تو فرمایا "اللھم ھذا عن محمد وآلہ" اے اللہ یہ محمد اور اسکے گھر والوں کی طرف سے ہے۔

ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے زمانے میں ہم میں ہر شخص اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے صرف ایک بکری ذبح کرتا تھا لیکن اس کے بعد لوگوں نے فخر و مباہات کیلئے زیادہ سے زیادہ قربانیاں کرنی شروع کر دیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

وفیات

محمد اسمٰعیل فلاحی

جناب رفیق الاکرم صاحب دارریہ پچھلے سال جامعۃ الفلاح کی سفارت سے وابستہ تھے۔ اب وہ یہاں نہیں ہیں۔ انکے دو بچے یہاں زیر تعلیم ہیں۔ ایک بچہ حافظ ناصر الاکرم سلمہ کو انہوں نے جامعہ اسلامیہ، مظفرپور (تھنولی، اعظم گڑھ) میں داخل کر رکھا تھا۔ اس وقت وہ عربی سوم کا طالب علم تھا۔ ۲۰ جولائی ۱۹۹۵ء کو وہ جامعۃ الفلاح اپنے بھائیوں سے ملنے آیا اور ۲۱ جولائی ۱۹۹۵ء بروز جمعہ کی شام یہاں سے واپس ہوا۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے شب میں بنارس اعظم گڑھ شاہراہ پر اسکے مدرسہ کے بالکل قریب اسکی لاش ملی آثار و قرائن کسی گاڑی سے ایکسیڈنٹ کی نشاندہی کر رہے تھے۔ سر کے پچھلے حصہ میں زبردست چوٹ آئی تھی۔ سب انسپکٹر نے گذرتے ہوئے اسکی لاش دیکھی اور پاس پڑی ہوئی کاپی کی مدد سے وہ جامعہ اسلامیہ پہونچا۔ ۱۲ جولائی ۱۹۹۵ء کو اس طالب علم نے ایک نظم کہی تھی اور وہ اصلاح کیلئے جامعہ اسلامیہ کے استاذ و نگراں جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی کے حوالہ کی تھی۔ ایکسیڈنٹ کا یہ حادثہ اس نظم کی گویا تفسیر تھا۔ اساتذہ نے اسے اپنے ہاتھوں سے غسل دیا اور قبر میں اتارا۔ سربراہ ادارہ محترم مولانا تقی الدین صاحب ہلالی بہ نفس نفیس شریک اور حد درجہ متاثر تھے۔ انہوں نے فرمایا "یہ قضا و قدر کا فیصلہ ہے لیکن ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہئے۔ انسانوں کو بہت ساری مصیبتیں انکے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے پہونچا کرتی ہیں"۔ انہوں نے کہا "ہم بچے کو تو واپس نہیں لا سکتے لیکن آنسو پونچھنے اور دلداری کی ایک سبیل یہ ہے کہ اسکے دونوں بھائیوں کی تعلیم کا پورا خرچ ہم برداشت کریں گے خواہ یہ کسی بھی ادارے میں تعلیم حاصل کریں بشرطیکہ اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھا"۔ چنانچہ انہوں نے ماہانہ ایک خطیر رقم دینے کا

وعدہ وفا کیا۔ جامعۃ الفلاح کے اساتذہ کا ایک وفد جنازہ میں شریک ہوا۔ مرحوم بڑا لائق اور نیک تھا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے رحم کا معاملہ فرمائے جنت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

نظم

حافظ ناصر الاکرم مرحوم

"وفات سے تو دس دن قبل اس کی لکھی ہوئی نظم درج ذیل ہے۔ اسے کسی کہنہ مشق شاعر کا کلام نہ سمجھا جائے بلکہ یہ ایک بچہ کی معصومانہ کاوش ہے۔"

مری موت کی جب خبر تم کو پہونچے — تو آنسو بہانے کی کوشش نہ کرنا
اگر ہو سکے تو جنازے میں آکر — نماز جنازہ مری تم پڑھانا
جنازہ مرا گھر سے جانے لگے جب — تو تابوت کو میرے کاندھا لگانا
یہی امی جی اک وصیت ہے میری — کبھی بد کی صحبت سے سنگت نہ کرنا
خدا کی عبادت میں غفلت نہ کرنا — کبھی اپنی تعلیم رکنے نہ دینا
مری زندگی کے ہو تم چاند سورج — کرن ان کی تم ماند پڑنے نہ دینا
تمہارا محافظ فقط اک خدا ہے — ہمیشہ نصیحت میری یاد رکھنا
جنازہ اترنے لگے جب لحد میں — تو کپڑے بدن کے نہ تم پھاڑ لینا
یہ ہے وقت فرقت نہ رنجور ہونا — دعاؤں میں اپنی مجھے یاد رکھنا
یہ دنیا تو فانی ہے مرنا ہے سب کو — مری موت کا تم کبھی غم نہ کرنا
یہ حکم خدا ہے جدا ہو رہا ہوں — نہ تم بے وفائی کا الزام دینا
جنازہ جو شہر خموشاں میں پہنچے — تو میری خطاؤں کو تم بخش دینا
اگر کوئی مجھ سے خطا ہو گئی ہو — رفیقوں سے اپنے شکایت نہ کرنا
یہ ساگر تمہیں الوداع کہہ رہا ہے — قیامت میں مجھ سے ملاقات کرنا

جامعہ کے لیل و نہار

محمد اسمٰعیل فلاحی

جامعہ کے نئے صدر

مجلس عاملہ منعقدہ ۴؍جولائی ۱۹۹۵ء نے سابق صدر جامعہ استاذ محترم مولانا رحمت اللہ اثری صاحب فلاحی کا صدارت سے اور مولانا نور محمد صاحب فلاحی کا نگران اعلیٰ کے عہدہ سے استعفا منظور کرتے ہوئے اپنے ایک دوسرے اجلاس منعقدہ ۲۲؍جولائی ۱۹۹۵ء کو جامعہ کا نیا صدر استاذ محترم مولانا محمد عنایت اللہ سبحانی صاحب اصلاحی کو منتخب کیا۔ معروف مفسر و محدث حضرت مولانا جلیل احسن ندوی نور اللہ مرقدہ کے شاگرد رشید، "محمد عربی" "جلوۂ فاراں" جیسی مقبول عام کتابوں کے مصنف اور "نقوش راہ" اور "مجاہد کی اذان" جیسی انقلاب انگیز کتابوں کے مترجم مولانا محمد عنایت اللہ سبحانی صاحب اصلاحی ایک ممتاز عالم دین ہیں۔ قرآن و حدیث پر محققانہ نگاہ ہے۔ صحاح ستہ کا درس بطور خاص، حضرت مولانا عبدالوہاب خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لیا۔ قرآن ان کا خاص موضوع ہے۔ خاندانی لحاظ سے آزاد ہندوستان سب سے پہلے امیر جماعت اسلامی ہند حضرت مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں، پیدائش شہر گونڈہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسۃ الاصلاح سرائمیر میں ہوئی پھر جامعۃ المعارف رامپور میں دورہ حدیث کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لئے ریاض چلے گئے اور وہاں سے جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ سے علوم قرآن میں ایم۔اے اور پی۔ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ جامعہ کاشف العلوم چترپور ہزاری باغ سے تدریس کا آغاز کیا، مدرسۃ الاصلاح سرائمیر میں بھی کچھ عرصہ مدرس رہے جامعہ اسلامیہ

سے جب جامعۃ الفلاح بنا اسی دور سے جامعہ سے وابستہ ہیں۔ اور اب مستقل طور پر بلریا گنج میں سکونت پذیر ہیں۔

۲۵ر جولائی ۱۵ء کو سابق صدر مولانا رحمت اللہ اثری صاحب فلاحی مدنی اور نائب صدر مولانا محمد سلامت اللہ صاحب اصلاحی مدنی نے نئے صدر کے اعزاز میں ایک ٹی پارٹی کا اہتمام کیا جس میں جملہ شعبہ جات کے اساتذہ و کارکنان جامعہ کے علاوہ ناظم جامعہ جناب حاجی عبد المتین صاحب اور جامعہ کے معتمد مال جناب شیخ منیر صاحب بھی شریک تھے۔

سابق صدر نے نو منتخب صدر کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ابتداء ہی سے ذمہ داران جامعہ سے گذارش کرتا رہا ہوں کہ اس اہم تر ذمہ داری کے لئے کسی موزوں تر آدمی کا انتخاب ہونا چاہئے اب ذمہ داروں نے میری گذارش سن لی ہے اور ایک ایسے فرد کا انتخاب کیا ہے جو اس کے لئے مناسب ہے مولانا نے فرمایا میں نے اس ذمہ داری کے دوران ہمیشہ مفاد جامعہ کو پیش نظر رکھا ہے انتظامیہ، اساتذہ، کارکنان، سبھی کے افراد آتے جاتے رہیں گے۔ جامعہ قائم ہے قائم رہے گا۔ دانستہ یا نادانستہ اگر مجھ سے کچھ ایسی باتیں سرزد ہو گئی ہوں جو شکایت کا سبب بنی ہوں تو میں معذرت خواہ ہوں۔ یہ ادارہ ہمارا اپنا ادارہ ہے اسکے لئے جو کچھ کیا ہے یا کر رہے ہیں، آئندہ بھی اس سے دریغ نہیں کریں گے انہوں نے کہا اس موقع پر یا اساتذہ، کارکنان ——— کا شکریہ ادا نہ کرنا قدر ناشناسی ہوگی انہوں نے ہر موقع پر ہر طرح کا تعاون دیا۔

نو منتخب صدر نے رخصت ہونیوالے صدر کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے فاضل دوست اور سابق صدر نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا ہے کہ وہ صدارت کی ذمہ داریوں سے گلو خلاصی چاہتے تھے جو انہیں حاصل ہوگئی میں سمجھتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے انہیں گلو خلاصی حاصل نہیں ہوئی

ہے ایسے قیمتی افراد کو کوئی ادارہ چھوڑ نہیں سکتا یہ انکے لئے وقفہ استراحت ہے انشاء اللہ آئندہ وہ پھر آئیں گے۔ مولانا سبحانی نے فرمایا صدارت کی جگہ خالی ہونے کے بعد ذمہ داران جامعہ نے اہل تر صدر لانے کی کوشش کی تھی نگران بزرگ نے اپنے آپ کو اس کھکھیڑ میں ڈالنا پسند نہیں کیا مجبوراً ذمہ داروں نے مولانا سبحانی کے بقول مجھ ناکارہ کو کرسی صدارت پر لا بٹھایا اللہ کی ذات پر بھروسہ کرکے آپکے تعاون کی امید پر میں نے یہ ذمہ داری قبول کی ہے۔ جس روز مجھے یہ احساس ہوگا کہ میں آپکی خدمت نہیں کر پا رہا ہوں یا آپ کا اعتماد اور تعاون مجھے حاصل نہیں ہے میں ایک لمحہ کیلئے بھی اس جگہ نہیں ٹھہروں گا سر اساتذہ کے ساتھ خصوصاً بزرگ اساتذہ کیساتھ میرا تعلق محبت احترام اور خیر خواہی کا ہوگا آپ کے مشورے حاصل کئے جائیں گے اگر کبھی محسوس ہو کہ کہیں کسی پہلو سے کمی یا غلطی ہو رہی ہو تو بے تکلف ہم سے ملئے ہم آپ کے نیک مشوروں کا خیر مقدم کریں گے اور آپکی تنقیدوں سے فائدہ اٹھائیں گے آخر میں مولانا شبیر احمد صاحب اصلاحی کی دعا پر یہ روح پرور مجلس اختتام کو پہنچی۔

نئے صدر نے مولانا محمد عمران صاحب فلاحی کو اپنا نائب منتخب کیا ہے چنانچہ اس وقت وہی نائب صدر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں کا حامی و ناصر ہو اور انہیں اپنے فرائض سے باحسن طریق عہدہ برآ ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

ششماہی تعطیل

آج ۳ر اگست ۱۵ء ہے۔ امتحان ختم ہو چکا ہے طلبہ گھروں کو روانہ ہو گئے ہیں اور اساتذہ نتائج تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ تعطیل کے یہ ایام تعلیمی اداروں کیلئے پت جھڑ کا موسم ہوتے ہیں، جامعہ بھی اس وقت ایک خزاں رسیدہ چمن ہے یا پھر ایک ایسی ماں جسکی آغوش اسکے جگر پاروں سے خالی ہو گئی ہے جامعہ اینٹ اور پتھر کا نام نہیں ہے

یہ اساتذہ اور طلبہ سے عبارت ہے۔ یہی اسکی زندگی اور اسکا حسن ہیں۔ اساتذہ بھی ۹؍ اگست ۱۹۹۵ء کو جب اسے الوداع کہدیں گے تو ......

لیکن یہ ایک ایسا فراق ہے جسکے ساتھ وصل لگا ہوا ہے جدائی عارضی ہے جامعہ دوبارہ ۲۰؍ اگست بروز اتوار کھلے گی پھر بہاریں لوٹ آئیں گی باد نسیم چلے گی، کلیاں چٹکیں گی، پھول مہکیں گے۔ بلبل کا ترنم ہوگا، کوئل کی کوک ہوگی، دامن کہسار میں کوثر و تسنیم کا نغمہ ہوگا اور علم و تحقیق کا یہ قافلہ دوبارہ سوئے منزل رواں دواں ہوگا۔

نیا تقرر

یہ ہمارے لئے خوشی کی بات ہے کہ طیبہ منزل کیلئے ہمہ وقتی اتالیق کی حیثیت سے استاذ محترم مولانا صغیر احسن صاحب اصلاحی کی خدمات جامعہ کو دوبارہ حاصل ہو گئی ہیں اور کلیۃ البنات میں سپروائزر کی حیثیت سے محترمہ ساجدہ فلاحی صاحبہ (بنت مولانا ابواللیث اصلاحیؒ) کا تقرر عمل میں آیا ہے۔ یہ کلیۃ البنات جامعۃ الفلاح کے پہلے بیچ کی فارغہ اور تمہیدی کمیٹی برائے انجمن طالبات قدیم جامعۃ الفلاح کی کنوینر ہیں۔ ماسٹر عطاء اللہ صاحب بی ایس سی آنرس (گیا) برائے حساب و سائنس شعبۂ ثانوی، محمد ارشد صاحب فلاحی (علاؤالدین پٹی) برائے کتب خانہ جامعۃ الفلاح، محمد مظفر صاحب (کوٹیریا پار، مئو) برائے مطبخ، جناب قمرالدین صاحب (علاؤالدین پٹی) اور جناب مہدی حسن صاحب (بنکٹ اعظم گڑھ) بحیثیت ڈرائیور جامعہ تشریف لائے ہیں۔

ملحقہ مدارس کا جائزہ امتحان

یکم جولائی ۱۹۹۵ء کو قبل مولانا سمیع اللہ صاحب فلاحی، ماسٹر مسعود علی صاحب مولانا عبدالعظیم صاحب فلاحی اور مولانا عبدالبر صاحب فلاحی پر مشتمل ایک وفد ملحقہ مدارس کا جائزہ لینے کیلئے روانہ ہوا اور جامعۃ الصالحات بانسی، جامع العلوم ... اور ضیاء العلوم گرودھیا میں دوران امتحان نظم امتحان کا جائزہ لیا اور قابل اصلاح

چیزوں کی جانب توجہ مبذول کرائی۔ جامعہ کے نمائندہ کی حیثیت سے پہلے ہی سے مولانا جمیل احمد صاحب فلاحی مصباح العلوم پوکھریاں میں موجود تھے۔ اس ادارہ کے شاہراہ عام سے دوری پر واقع ہونے، راستہ کے دشوار گذار ہونے اور سواری نہ ملنے کی وجہ سے ہمارے وفد کو وہاں پہونچنے میں ہر سال دشواری کا سامنا ہوتا ہے اور وفد وہاں اچانک نہیں پہنچ پاتا۔ آمد و رفت میں تقریباً ۱۸ کلو میٹر کی مسافت پیدل طے کرنی پڑتی ہے۔

وابستگان جامعہ کو صدمہ

استاذ گرامی مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی کے برادر بزرگ جناب عبدالقیوم صاحب ۲۷؍ جولائی ۱۹۹۵ء کو اور بس ڈرائیور جناب ارشاد احمد صاحب کے والد محترم محمد خلیل خاں صاحب ۲۴؍ جولائی ۱۹۹۵ء کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پیرانہ سالی کیساتھ ساتھ یہ دونوں لمبے عرصہ سے بیمار چل رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں جگہ دے۔ ۱۳؍ جولائی ۱۹۹۵ء بروز ... جناب جلال الدین صاحب باورچی کا چھوٹا بچہ چل بسا۔ خدا سے دعا ہے کہ والدین کو اسکا نعم البدل نصیب ہو۔

غزل

شفیع اللہ خاں راز اٹاوی

زمیں پہ حشر بپا ہے ذرا سنبھل کے چلو
فساد چھوٹ پڑا ہے ذرا سنبھل کے چلو

ہر آئینہ پہ لکھا ہے ذرا سنبھل کے چلو
پہاڑ ٹوٹ رہا ہے ذرا سنبھل کے چلو

بکھر نہ جاؤ کہیں دل فریب پھندوں میں
حسین جال بچھا ہے ذرا سنبھل کے چلو

لرز رہی ہے زمیں ابھی دھماکوں سے
فلک بھی کانپ رہا ہے ذرا سنبھل کے چلو

دہک رہے ہیں الاؤ سلگ رہی ہے زمیں
دھواں دھواں سی فضا ہے ذرا سنبھل کے چلو

بھڑک اٹھے ہیں بہاروں میں رقص کے شعلے
زمین گل پہ لکھا ہے ذرا سنبھل کے چلو

تمہاری گھات میں قاتل لگے ہوئے ہیں راز
زمیں کرب و بلا ہے ذرا سنبھل کے چلو

Regd. No. 46065/86

Monthly **MAJALLAH HAYAT—E—NAU**

BILARIAGANJ AZAMGARH (U.P.)

August 1995

Vol 11 No. 8

ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح کی تازہ پیشکش

"ملک وملت کی تعمیر اور دینی مدارس"

مجموعہ مقالات سیمینار منعقدہ ۲۹، ۳۰، اکتوبر سنہ ۱۹۹۳ء

منجانب:- انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح بلریاگنج اعظم گڑھ۔

اس مجموعہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

- دینی مدارس اپنا متوقع کردار کیوں نہیں ادا کر سکتے؟
- ملک وملت کی تعمیر اور دینی مدارس
- عہد بوی کے تعلیمی ادارے
- ہندوستان کی موجودہ تعلیمی تحریکات —— ایک جائزہ
- دینی مدارس میں سائنس کی تعلیم
- ملت کے معاشی مسائل اور دینی مدارس
- دور جدید کے تقاضے اور دینی مدارس کا نصاب
- تعلیم بالغاں اور دینی مدارس
- مدارس دینیہ کا وفاق —— مسائل اور مشکلات
- بھارتیہ جنتا پارٹی کی تعلیمی پالیسی
- جماعت اسلامی ہند کا تعلیمی نظام
- عصری جامعات سے الحاق اور ایسے مسائل وغیرہ موضوعات پر ماہرین تعلیم وتربیت کے گراں قدر خیالات۔

قیمت ۴۰ روپئے **۳۱۰ صفحات**

ملنے کے پتے:

ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح بلریاگنج اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۱۲۱

مرکزی مکتبہ اسلامی ۱۳۵۳ چتلی قبر دہلی ۱۱۰۰۰۶

مرکزی سنڈیکیٹ سنگم ای ۲ ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵